ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

بیادگار
مولانا مفتی محمود

محمود الملت والدین

۹ جنوری تا ۱۵ جنوری ۱۹۸۱ء شمارہ ۲ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

حرم پاک میں ولی اللّٰہی فکر کا پیامبر

ارشادِ مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

جمعیتِ طلباءِ اسلام پاکستان

عدوئے وقت کے چھکّے چھڑا چھڑا کے چلو
ہر ایک رن میں تہلکہ مچا مچا کے چلو

گرو تو لشکرِ دشمن پہ [illegible] بن کے گرو
اٹھو تو نوحؑ کا طوفاں اٹھا اٹھا کے چلو

رکو تو گردشِ دوراں کو روک لو بڑھ کر
چلو تو عرشِ الٰہی ہلا ہلا کے چلو

پیامِ جدّوجہد دے کے فاقہ مستوں کو
حریفِ گردشِ دوراں بنا بنا کے چلو

ہیں منتظر درِ جنّت پہ ساقیِ کوثر
قدم براہِ شہادت بڑھا بڑھا کے چلو

وہ آگ دردِ محبت جسے کہے دنیا
وہ آگ دل میں ہر اک کے لگا لگا کے چلو

محیط روشنیوں کو ابھی اندھیرا ہے
چراغ خونِ جگر سے جلا جلا کے چلو

تمہارے ذوقِ وفا پر نہ حرف آجائے
شباب ہے ذرا دامن بچا بچا کے چلو

حبیبؔ ہے یہی ارشادِ مفتیِ اعظمؒ
کہ تیر کھا کے جگر پر بھی مسکرا کے چلو

حبیبؔ تلونڈوی
چشتیاں منڈی

حصولِ اسلحہ کے جنون میں کون مبتلا ہے؟

بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے اخبار نویسوں سے بات چیت کے دوران عالمی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "عالمی صورت حال خطرات اور مشکلات سے دوچار ہے کیونکہ ہتھیاروں کی دوڑ ایک مرتبہ پھر شروع ہوگئی ہے۔"

یہ درست ہے کہ ہتھیاروں کی دوڑ شروع ہوگئی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس دوڑ میں سب سے آگے کون ہے اور اسلحہ سازی و حصولِ اسلحہ کے جنون میں کون مبتلا ہے؟ بھارت میں اسلحہ سازی کے کارخانے موجود ہیں اور ان میں برق رفتاری سے کام ہورہا ہے۔ اس کے علاوہ بھارتی وزیر اعظم اپنی مشہور حکمتِ عملی کے مطابق "بھارت کو خطرہ ہے" کا الارم بجاتی رہتی ہیں اور دنیا جہان کا اسلحہ سمیٹتی رہتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں بھارتی وزیر اعظم نے اپنے حلیف و سرپرست روس سے کیا کچھ اسلحہ نہیں لیا۔ مگر اس کے باوجود "خطرہ ہے" کا ناقوس بجا کر ہل من مزید پکارتے رہنا بھارتی وزیر اعظم کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ حصولِ اسلحہ کی اس دوڑ میں بھارت کی وزیر اعظم عالمی طاقتوں کو چکر دینے میں یدطولیٰ رکھتی ہیں، اور مقصد براری کے لئے موہوم اور بے بنیاد خطرات کا واویلا ان کا معمول بن چکا ہے۔

اب عالمی طاقتوں کو بھی ہوش و خرد سے کام لینا چاہیئے اور اگر وہ دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کی متمنی ہیں تو انہیں بھارت کی چالوں میں نہیں آنا چاہیئے گو عالمی طاقتیں ہمیشہ اپنے مفادات کو ہی ترجیح دیتی ہیں اور اسی بنیاد پر کسی ملک سے تعلقات استوار کرتی ہیں، لیکن موہوم قومی مفادات کی خاطر دنیا کے امن کو داؤ پر لگا دینا کہاں کا انصاف ہے۔

اندرا گاندھی نے یہ بھی کہا کہ علاقے میں غیر ملکی فوجوں کی موجودگی اور اسلحہ کی دوڑ میں تیزی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یورپ اپنی جنگ ایشیا میں لڑنا چاہتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ملکوں کے رویّے سخت ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے عالمی صورتِ حال پُرخطر ہو چکی ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ خود بھارتی وزیر اعظم نے اس سلسلے میں کیا کردار ادا کیا ہے۔ اسلحہ کی دوڑ میں تیزی سے اضافہ کس نے کیا اور اس شاہراہ پر کون مگبٹ ہوا۔ اس کے علاوہ علاقے میں غیر ملکی فوجوں کے قیام میں کون ممد و معاون بنا اور وہ کون سا ملک ہے جس کے اربابِ اقتدار نے علاقے میں غیر ملکی فوجوں کو برداشت کیا۔ یہ ایک

باقی ص ۲۷ پر

ہفت روزہ
لاہور
ترجمانِ اسلام

جلد نمبر ۲۴ | شمارہ نمبر ۲

جمعتہ المبارک ۳۰ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ ۶۵ روپے
ششماہی ۳۳ روپے
سہ ماہی ۱۷ روپے

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت: ترجمانِ اسلام چوک رنگ محل لاہور

پرنٹر و پبلشر: مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ لاہور

مولانا محمد اجمل خان صاحب
قائم مقام ناظم عمومی، نظام العلماء پاکستان

انتخاب لاجواب

دیانت و تقویٰ کی ایک جھلک

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ گھر میں تشریف فرما ہیں۔ باہر کوئی صاحب دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ اپنے صاحبزادہ عبداللہ سے فرماتے ہیں:

"دیکھو تو کون ہے؟"

عبداللہ کہتے ہیں:

"کوئی عورت ہے اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے"

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اجازت دیتے ہیں۔ خاتون اندر آتی ہے اور سامنے مؤدب ہو کر سلام کرتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے بعرض کرتی ہے:

"حضرت! دو باتیں آپ سے پوچھنی ہیں۔"

امام صاحبؒ فرماتے ہیں "پوچھو"۔ وہ گذارش کرتی ہے۔

"حضرت میں سُوت کات کر گزراوقات کرتی ہوں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیل کم ہونے کی وجہ سے چراغ بجھ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں چاند کی روشنی میں آجاتی ہوں اور وہاں سوت کاتنا شروع کر دیتی ہوں۔ چونکہ نادار ہوں اور زمانہ کی سختیوں میں گرفتار ہوں، اس لئے یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ کام دوسرے روز پر اٹھا رکھوں —— دریافت طلب بات یہ ہے کہ جب میں سُوت بیچوں تو آیا گاہک سے صاف کہہ دیا کروں کہ یہ سُوت چراغ کی روشنی میں کاتا ہے اور یہ چاند کی روشنی میں؟"

امام صاحبؒ پوچھتے ہیں کہ دونوں میں کچھ فرق ہوتا ہے؟"

خاتون جواب دیتی ہے "چاند کی روشنی چونکہ کم ہوتی ہے، اس لئے اس میں کاتا ہوا سُوت ذرا موٹا ہوتا ہے اور دوسرا نسبتاً باریک۔"

امام صاحب فرماتے ہیں "تمہارا فرض ہے کہ اتنا فرق بھی گاہک کو کھول کر بیان کر دیا کرو۔ معاملات میں اتنی دیانت تو ہونی چاہیئے۔

پوچھنے والی اور جواب دینے والے کی اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ کیجیئے۔ تقویٰ اور دیانت کا کتنا اونچا معیار ہے۔ خاتون کی اس سے تسلی ہو جاتی ہے۔

شکوہ کا خوف

وہی عورت دوسرا سوال کرتی ہے۔ "اگر بیمار بیماری کی تکلیف سے کراہنے لگے اور شدت الم سے چیخ پکار کرے تو کہیں یہ اللہ کے حضور اس کا شکوہ تو تصور نہیں ہوگا۔"

اللہ اکبر! ان بزرگوں کو اللہ کی خوشنودی اس حد تک مدنظر اور اس کی رضا یہاں تک مطلوب ہے کہ ہماری کوئی بات بھی اسے ناگوار نہ ہو۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں "ارجوان لا یکون یعنی اس کی بے پایاں رحمتوں سے توقع تو یہی ہے کہ وہ ہماری مجبوریوں اور کمزوریوں کے پیش نظر اسے شکوہ قرار نہیں دیں گے بلکہ اسے اپنی طرف رجوع اور التجا ہی کا ایک پیرایہ ٹھہرائیں گے۔"

خاتون یہ سن کر رخصت چاہتی ہے۔ امام صاحبؒ اجازت عطا فرما دیتے ہیں اور وہ چلی دیتی ہے۔

اندازہ کیجیئے یہ قرون اولیٰ کی مسلمان عورتوں کی دیانت و امانت کی ایک جھلک ہے۔ دیانت و راستبازی کے اس آئینے میں اگر آج کا مسلمان اپنے آپ کو دیکھے تو سوائے ندامت کے کچھ نظر نہ آئے گا۔

—

ایک دفعہ ایک مجلس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ ہارون الرشید آ گئے۔ سب حاضرین احتراماً کھڑے ہو گئے مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو وقار بنے رہے جو ہارون الرشید کو ناگوار گزرا۔ اندر جا کر امام محمد علیہ الرحمۃ کو بلایا اور یہ کہا:

"میں عیسائیوں کے قبیلہ بنو تغلب کو نقض عہد کی وجہ سے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ فتویٰ صادر فرما دیں۔"

حضرت امامؒ نے فرمایا کہ آپ نے ان کو امان دی ہے، اور جس کو امان دی جائے اس کا قتل کرنا جائز نہیں۔"

ہارون الرشید نے کہا "عیسائیوں نے نقض عہد کر کے بچوں کو عیسائی بنانا شروع کر دیا ہے۔"

آپؒ نے فرمایا "یہ کام تو انہوں نے حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی کیا تھا مگر آپؓ نے انکو قتل نہیں کیا۔"

ہارون الرشید نے کہا حضرت عمرؓ کو اس کا موقع نہ ملا۔

اس پر امام محمدؒ نے فرمایا پھر خلفائے راشدین حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کیوں نہ ان کو قتل کیا۔ جو کام خلفائے راشدین نے نہ کیا تم کیسے کر سکتے ہو؟

اس پر ہارون نے غصہ میں آ کر اپنے دل کی بات کہہ ڈالی کہ آپ میرے احترام کے لئے کیوں کھڑے نہیں ہوئے؟"

آپ نے فرمایا یہ خدام کا کام ہے علماء کا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے احترام کے لئے کھڑے ہوں اس کو جہنم کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

ہارون الرشید کے دل کا غضب بڑھتا رہا۔ آخر ایک دن اس نے اپنے حریف یحییٰ بن سعید کو کسی بہانے قتل کر دینے کا فتویٰ امام محمدؒ سے طلب کیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"یہ اگرچہ آپ کا حریف ہے، مگر آپ اس کو امان دے چکے ہیں اور جس کو امان دی جائے اس کا قتل کرنا درست نہیں۔"

ہارون الرشید نے آپ کو قید کر دیا مگر آپ ثابت قدم رہے۔ آخر کچھ دنوں کے بعد آپ کو نادم ہو کر آزاد کر دیا۔ چونکہ قاضی القضاۃ امام یوسفؒ کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہو چکا تھا اس لئے ہارون الرشید نے امام محمدؒ کو اسی عہدہ پر فائز کر دیا۔

محمد یوسف لدھیانوی

محمود الملۃ والدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ امّا بعد

حق تعالیٰ شانہٗ نے دینِ قیّم کی خدمت و پاسبانی اور اپنے وعدہ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" کی تکمیل کے لئے ہر دور اور ہر صدی میں ایسے مردانِ حق آگاہ پیدا فرمائے جنھوں نے سوزِ دروں اور خونِ جگر سے گلشنِ دین کی آبیاری کی اور اسے ہمیشہ تر و تازہ اور سرسبز و شاداب اور سدا بہار رکھا اور یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تزال طائفۃ من امّتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ۔ قال فینزل عیسٰی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا۔ فیقول: لا، انّ بعضکم علٰی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ۔

(صحیح مسلم ج ص ۸۷ و مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۵)

"میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی اور وہ قیامت تک غالب رہیں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر عرض کرے گا کہ آئیے ہمیں نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے، نہیں! (بلکہ تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ) تمہارے بعض بعض پر امیر ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کا اعزاز ہے (کہ ایک جلیل القدر نبی امرائے امت کی اقتداء میں نماز پڑھے)"۔

اور مسند احمد ص ۴۲۹ ج ۴ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے بسند صحیح یہ الفاظ ہیں:

لا تزال طائفۃ من امّتی علی الحق ظاھرین علٰی من ناواھم حتی یاتی امر اللہ تبارک وتعالیٰ وینزل عیسٰی بن مریم علیہ السلام۔

"میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور وہ اپنے مخالفین پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوجائیں"۔

اس مضمون کی اور بھی متعدد احادیث مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی سربلندی کا تکوینی نظام تا قیامت جاری رہے گا اور یہ کہ اس سلسلہ کی آخری کڑی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر ختم ہوگی۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے اس تکوینی نظام کے ذریعہ چودھویں صدی میں بھی ایسے مردانِ باخدا کو کھڑا کیا جن کے علم و فضل، صلاح و تقویٰ، زہد و قناعت، دعوت و عزیمت اور ہمت و شجاعت نے سلفِ صالحین کا نمونہ پیش کیا۔ اور جن کے ذریعہ اسلام کی حجت قائم ہوئی۔ اس صدی میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ، شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ اور شاہ عبد القادر رائے پوریؒ ایسے درویشانِ خدا مست ہوئے جن کے انفاسِ قدسیہ سے جنیدؒ و شبلیؒ کی یادیں تازہ ہوئیں۔ ۱۴ ویں صدی میں امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی[1]، حضرت الشیخ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا ظفر احمد تھانویؒ

[1] یہ دونوں بزرگ بقیدِ حیات ہیں۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائھم۔

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ایسے فقہاء و محدثین ہوئے جن سے حافظ ابن دقیق العیدؒ اور حافظ ابن حجرؒ کی یاد تازہ ہوئی۔ اسی صدی میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایسے کثیر التصنیف بزرگ ہوئے جنہوں نے دینی ضرورت کے ایک ایک گوشہ اور ایک ایک مسئلہ پر قلم اٹھایا اور جن کی سرعتِ قلم، برکتِ اوقات اور کثرت تصنیف سے حافظ ابن جوزیؒ اور حافظ سیوطیؒ کی یاد تازہ ہوگئی۔ اسی دور میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ ایسے مجاہدین اسلام ہوئے جنہوں نے اپنے دور کی سب سے بڑی فرعونی طاغوتی شہنشاہیت کی سنگینوں کے سائے میں کلمۂ حق بلند کیا۔ اسی صدی میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ایسے مصلحین و داعی الی اللہ ہوئے جن کے اخلاص و للہیت اور درد و سوز نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کردیا اور ان کے ٹوٹے ہوئے رشتۂ ایمان کو پھر سے جوڑ دیا۔ اسی صدی میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ایسے متکلمین ہوئے جنہوں نے تقریراً و تحریراً باطل کو مغلوب و پسپا کیا۔ یہ چند نام محض بطور مثال نوکِ قلم پر آگئے ہیں ورنہ پاک و ہند اور عالم اسلام میں اس سطح کے سینکڑوں نہیں لاکھوں اکابر ہوئے جنہوں نے چودھویں صدی کی تاریکیوں میں حق و صداقت کی قندیلیں روشن کیں اور دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی نصرت و حمایت کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے حاملین دین کا ایک جمِ غفیر نہ کھڑا کردیا ہو۔

چودھویں صدی کے اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی مولانا مفتی محمود صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) کی ذات والا صفات تھی۔

حق تعالیٰ شانہٗ کے لطف و کرم اور اس کی قدرت کا تماشہ دیکھو کہ تھانہ بھون کے ایک شیخ زادہ کو اٹھاتے ہیں اور اسے عرب و عجم کا شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ بنا دیتے ہیں۔ گنگوہ کے ایک انصاری خاندان کے ایک فرد پر نظر عنایت ہوتی ہے، اسے قطبیت کبریٰ کے مقام پر فائز کرکے امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی بنا دیا جاتا ہے۔ کشمیر کی سنگلاخ سرزمین سے ایک گمنام خاندان کے ایک فرد کو لایا جاتا ہے اور علوم نبوت کا پورا کتب خانہ اس کے سینہ میں انڈیل کر اسے امام العصر مولانا محمد انور شاہ بنا دیا جاتا ہے۔ گوجرانوالہ کے ایک گاؤں سے ایک نومسلم کو لاتے ہیں اور اسے ولایت کبریٰ اور مقام صدیقیت پر فائز کرکے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری بنا دیتے ہیں اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ایک غیر معروف قصبہ سے ایک فرد کو کھینچتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے عالم، حافظ، قاری، فقیہ، مفتی، محدث، متکلم اور پھر وزیر اعلیٰ سے لے کر قائد حزب اختلاف تک بنا دیتے ہیں۔ اس صدی (اور گزشتہ صدیوں) کے اکابر کے ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہرِ اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہوگا۔ اس سے واضح ہے کہ مشیت الٰہی حفظ دین اور پاسبانیٔ ملت کا انتظام ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے اور لطف الٰہی خود ایسے افراد انتخاب کرتا ہے جن سے دین قیم کی خدمت کا کام لیا جائے۔

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین کے لئے عازم سفر تھے ان کی خواہش تھی کہ اپنی علالت اور ضعف و ناتوانی کے علی الرغم چودھویں صدی کے آخری حج میں شرکت کریں اور خانہ کعبہ جاکر بارگاہ ذو الجلال میں بصد عجز و نیاز یہ التجا کریں کہ پوری صدی میں امت سے جو کوتاہیاں، جو لغزشیں اور جو تقصیریں ہوئی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت بے پایاں اور اپنے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے امت کے پوری صدی کے گناہوں کو معاف کردیں — لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کی مشیت و تکوین شاید یہ چاہتی تھی کہ مفتی محمود کے اس حسن اخلاص و حسن نیت کی وجہ سے اس صدی کا خاتمہ ہی "محمود" پر کردیا جائے۔

ع الٰہی عاقبت "محمود" گرداں

اس لئے حرمین شریفین کے لئے پرواز سے ٹھیک ۲۳ گھنٹے پہلے ان کی بے تاب و بے چین روح اس صدی کے مسلمانوں کی سفارش لے کر سیدھی بارگاہ ذو الجلال میں پہنچ گئی۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔

حضرت مفتی صاحبؒ ۱۱ اکتوبر، یکم ذی الحجہ کو بروز جمعہ کراچی پہنچے۔ ۱۵ اکتوبر، ۵ ذی الحجہ کی پرواز میں ان کی نشست مخصوص ہوچکی تھی۔ دن کو بیشتر قیام یہاں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہمان خانہ میں رہتا تھا اور رات کو اپنے مخلص دوست جناب حاجی محمد حنیف صاحب کے یہاں پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی تشریف لے جاتے تھے۔

۱۴ اکتوبر، ۴ ذی الحجہ کو بروز دوشنبہ صبح غسل فرمایا۔ ۱۱ بجے کے قریب مدرسہ تشریف لائے۔ آج حضرت مفتی صاحب معمول سے زیادہ ہشاش بشاش نظر آرہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے یاد فرمانے پر جناب مولانا محمد رفیع عثمانی مہتمم دارالعلوم کراچی اور جناب مولانا محمد تقی عثمانی قانون زکوٰۃ کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے رفیق محترم جناب مولانا محمد جمیل خان صاحب راقم الحروف کو باصرار مفتی صاحبؒ کی خدمت میں لے گئے — اس ناکارہ کو ان حضرات کی تشریف آوری کا علم نہیں تھا اور نہ موضوع گفتگو کے بارے میں کچھ خبر تھی۔ اس وقت مجلس میں یہ حضرات موجود تھے:

- جناب مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی،
- مولانا مفتی احمد الرحمٰن،
- مولانا محمد رفیع عثمانی،
- مولانا محمد تقی عثمانی،

- صاحبزادہ مولوی محمد بنوری اور
- مولانا محمد جمیل خان

تھوڑی دیر میں جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر بھی تشریف لے آئے۔ (بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو بھی حضرت مفتی صاحبؒ نے بطورِ خاص یاد فرمایا تھا) کوئی پندرہ بیس منٹ تک لطف و مزاح کی باتیں ہوتی رہیں۔ اسی دوران چائے آئی تو صاحبزادہ مولانا محمد رفیع عثمانی اور صاحبزادہ مولانا محمد تقی عثمانی نے چائے سے معذرت کی اور ٹھنڈا مشروب نوش کیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ گو میں خود چائے پیتا ہوں، مگر جو حضرات نہیں پیتے ان کو بہت اچھا سمجھتا ہوں۔

جناب مولانا محمد تقی صاحب نے پان کے بٹوے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! ہمارے ساتھ یہ علت لگی ہوئی ہے۔

فرمایا یہ اس سے بھی بدتر ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے چائے کی پیالی نوش فرمائی تو مولانا محمد تقی صاحب نے پان پیش کیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے قبول فرمایا۔ ادھر مولانا محمد طاسین صاحب نے دریافت کیا کہ نماز کس وقت ہوگی۔ ڈیڑھ بجے کا وقت بتایا گیا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا:

"پھر میرا خیال ہے کہ تھوڑی سی گفتگو نماز سے پہلے ہو جائے۔" پان بمشکل ایک دو منٹ منہ میں رہا ہوگا کہ اگالدان میں ڈال دیا۔ خوب کلی کی اور فرمایا:

"اس وقت ہماری گفتگو خالص شرعی نقطۂ نظر سے ہے۔ کوئی سیاسی ذہن یا تعصب اس میں کارفرما نہیں ہونا چاہیئے اور میں اپنی ذات کے بارے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے اپنی غلطی معلوم ہو گئی تو میں اس سے رجوع کر لوں گا۔"

پیش کر کر فرمایا کہ آپ حضرات نے میرے فتوے کا جواب لکھا ہے مگر اس میں صراحتاً میری تردید نہیں کی گئی، مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے فتوے کا جواب ہے۔ مجھے آپ حضرات پر تین اعتراض ہیں: پہلے نکتہ کی جو تشریح فرمائی اس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

"آپ حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ بینکوں میں جو روپیہ جمع کر دیا جاتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ اموالِ ظاہرہ میں داخل ہو جاتا ہے بلکہ وہ اموالِ ظاہرہ سے بڑھ کر حکومت کی ضمانت و حفاظت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بینک میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے وہ بعینہٖ قرض ہوتا ہے۔ چنانچہ بینک بھی اس کو قرض سمجھتے ہیں اور کھاتے دار بھی یہی سمجھتے ہیں اور قرض کی رقم کا حکم یہ ہے کہ وہ قرض دہندہ کی ملک سے خارج ہو کر مستقرض کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔ وہ اس میں مالکانہ تصرف کرتا ہے۔ اگر وہ رقم ضائع ہوتی ہے تو مستقرض کی ضائع ہوتی ہے اور فقہ کا ایک جزئیہ بھی ایسا نہیں جس کے مطابق مستقرض کو قرض دہندہ کی جانب سے اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حق حاصل ہو۔ پس جب بینک میں جمع شدہ رقم قرض دہندگان کی ملکیت ہی نہیں بلکہ بینک کی ملکیت ہے تو اس کو اموالِ ظاہرہ میں کس طرح شمار کیا جا سکتا ہے اور بینک کو اس رقم پر قرض دہندہ کی طرف سے زکوٰۃ وضع کرنے کا حق کس شرعی اصول سے دیا جا سکتا ہے؟ یہ رقم اموالِ ظاہرہ میں شامل ہے یا اموالِ باطنہ میں؟ یہ بحث تو اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کہ وہ رقم قرض دہندہ کی ملک میں ہو، لیکن جب وہ رقم قرض دہندہ کی ملک سے خارج ہو کر بینک کی ملک میں داخل ہو گئی ہے تو اس رقم پر اموالِ ظاہرہ یا باطنہ کا اطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟"

حضرت مفتی صاحب ابھی پہلے نکتے کی ہی تشریح فرما رہے تھے۔ ان کی تقریر بڑے ربط و تسلسل سے جاری تھی۔ اس ناکارہ کو حضرت مفتی صاحبؒ کی گفتگو سننے کا موقع پہلے بھی کئی بار ملا، لیکن جس حاضر دماغی، جس ربط و طریقہ اور حسنِ استدلال سے وہ آج اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر رہے تھے، اس کا تجربہ اس سے پہلے نہیں ہوا تھا۔

قریباً دس منٹ وہ اس نکتہ پر تقریر فرماتے رہے۔ درمیان میں نہ کوئی حشو و زائد لفظ آیا، نہ کسی لفظ پر اٹکن یا لکنت محسوس ہوئی۔ خدا جانے وہ پہلے نکتہ کی تشریح مکمل کر چکے تھے یا اس سلسلہ میں ابھی کچھ اور وضاحت فرمانا چاہتے تھے کہ فقرہ مکمل کر کے ایک لمحہ کے لئے خاموش ہوئے — بایاں ہاتھ پیشانی پر رکھا اور یکایک بائیں پہلو کی طرف مائل پیچھے کو گر گئے۔ اس جانب جناب صاحبزادہ مولوی محمد بنوری بیٹھے تھے، ان کی گود میں آ رہے۔

ہم نے آج تک کسی کو اتنی آسانی سے مرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے کسی کو وہم بھی نہ ہوا کہ حضرت مفتی صاحبؒ زبانِ حال سے "لستُ علىٰ صُحبتكم بحريصٍ؎" کہتے ہوئے ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں۔ ہم سب یہی سمجھے کہ دل کے دورہ کی وجہ سے سکتہ کی سی بیہوشی ہو گئی ہے۔ اس لئے مولانا محمد طاسین صاحب نے منہ میں پانی ڈالا۔ راقم الحروف نے زور سے مقامِ قلب کو مسلنا شروع کیا —

ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب اور مفتی احمد الرحمان صاحب نے پاؤں کی مالش شروع کر دی۔ مولانا محمد رفیع عثمانی نے زبان کے نیچے وہ دوائی رکھی جو شدید دورۂ قلب میں دی جاتی ہے۔ مولانا تقی عثمانی، مولانا محمد بنوری اور مولانا محمد جمیل خان ڈاکٹروں کی طرف دوڑے، مگر وہاں کیا رکھا تھا حضرت مفتی صاحبؒ نے وقفہ وقفہ سے دو چار

؎ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے تاریخی فقرے کی طرف اشارہ ہے۔ اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے گورنروں اور فوجی حکام کے نام ایک گشتی فرمان لکھا تھا کہ اسلام کے کچھ شرائع اور ارکان ہیں۔ زندہ رہا تو تمہارے سامنے ان کی تشریح کر دوں گا، لیکن اگر میرا وقتِ موعود آ پہنچا تو میں تمہارے پاس رہنے کا خواہشمند بھی نہیں ہوں۔

ہچکیاں لیں اور ابدی نیند سو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ راقم الحروف نے مصنوعی دانت اپنے ہاتھ سے نکالے اور آنکھوں سے چشمے اتارے۔ زندگی کی تمام علامتیں ختم ہو چکی تھیں اور یقین آچکا تھا کہ حضرت مفتی صاحب کی رُوح پرواز کر چکی ہے۔ لیکن ان کے معالج ڈاکٹر کا اصرار تھا کہ انہیں ہسپتال ضرور لایا جائے۔ چنانچہ ہسپتال لے گئے اور آدھ گھنٹے تک نظام تنفس جاری کرنے کی کوشش کی گئی۔ بالآخر اشکبار آنکھوں سے جناب ڈاکٹر اسلم صاحب اور ان کے رفقاء نے موت کی تصدیق کر دی۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔

***

یوں تو موت سنت بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں۔ یہاں جو بھی آیا جانے کے ہی لئے آیا، لیکن بعض حضرات کی زندگی کی طرح ان کی موت بھی لائق رشک ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی موت کئی لحاظ سے حسنِ خاتمہ کی علامت ہے۔

ایک تو وہ سفر میں تھے اور سفر میں مومن کی موت معنوی شہادت ہے۔ پھر یہ سفر بھی سفرِ حج تھا گویا یہ موت فی سبیل اللہ تھی۔ پھر ایک دینی و شرعی مسئلہ کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ دینی مسائل کا مذاکرہ ذکر الٰہی کی ایک فرد ہے۔ پس ان کا خاتمہ ذکر الٰہی پر ہوا اور مفتی صاحب کی حیثیت سے جو خدمت حق تعالیٰ نے ان کو تفویض فرمائی آخری لمحہ تک اس میں مشغول رہے۔ پھر ان کے طائر روح نے جس سرعت سے پرواز کی وہ بجائے خود ایک حیرت انگیز ہے۔ راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ جب فقرہ پورا کر کے خاموش ہوئے اسی لمحہ بیٹھے بیٹھے ان کی روح پرواز کر گئی۔ اتنی آسانی سے روح کا قبض ہو جانا اس ناکارہ کے لئے بالکل ہی نیا مشاہدہ تھا کہ نہ موت سے پہلے کسی تکلیف کی شکایت نہ کسی درد و کرب کا اظہار۔ شیخ عطارؒ کے درویش کا واقعہ کتابوں میں پڑھا سنا تھا کہ ان کی دہلیز پہ سر رکھ کر لیٹ گئے اور کہا کہ ہماری رُوح تو یوں قبض ہو جائے گی، مگر اس کا چشم دید مشاہدہ حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال سے ہوا کہ مرنے والے یوں بھی مر کر دکھا دیا کرتے ہیں۔

***

حق تعالیٰ شانہٗ نے کسی کی موت کے لئے جو وقت مقدر فرما رکھا ہے، موت ٹھیک اسی وقت مقرر پاتی ہے۔ اس میں ایک لمحہ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی اور یہ حق تعالیٰ شانہٗ کے علم میں ہے کہ کسی کی موت کے لئے کونسا وقت موزوں ہے۔ اس لئے کسی کی موت کو "بے وقت کی موت" کہنا بڑا ہی غلط اور جاہلانہ محاورہ ہے۔ اور یہ گویا حق تعالیٰ شانہٗ کے فعل پر اعتراض ہے۔ مومن کی شان تو وہ ہونی چاہیئے جس کی تعلیم ایک دعاء کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ
الْحَیَاۃَ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ
اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْرًا لِّیْ۔

"اے اللہ مجھے زندہ رکھ جب تک آپ کے علم میں زندگی میرے لئے بہتر ہو۔ اور مجھے وفات دے جب آپ کے علم میں وفات میرے لئے بہتر ہے۔"

اس لئے عقلی و ایمانی حیثیت سے مومن کو اس بات کا پورا اطمینان ہونا چاہیئے کہ جس شخص کے حق میں موت کا جو وقت مقرر ہے وہی اس کے لئے خیر ہے اور بلاشبہ بحالت ایمان کسی شخص کا اس دنیا سے رخصت ہو جانا اس کے حق میں بڑی نعمت ہے اور دنیا کی ساری لذتیں اور نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ تاہم دنیا سے جانے والے حضرات کی جدائی سے جو خلاء پیدا ہو جاتا ہے اس پر رنج و غم اور حسرت و قلق کا ہونا ایک طبعی چیز ہے۔ خصوصاً اگر رخصت ہونے والے حضرات کا وجود دنیا کے لئے باعث رحمت ہو اور ان کی ذات سے دینی خدمات وابستہ ہوں تو ان کا صدمہ ایک عالم کی بے کسی و محرومی اور یتیمی کا موجب بن جاتا ہے۔

***

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ۹۵ھ میں حجاجؒ کے دستِ جفا سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران کا قول نقل کیا ہے۔

لقد مات سعید بن جبیر
وما علی وجہ الارض احدٌ
الا وھو محتاج الی علمہ۔

"سعید بن جبیرؓ کا انتقال اس وقت ہوا جب کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"

نیز امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد نقل کیا ہے:

قتل سعید بن جبیر وما
علی الارض احدٌ الا ھو
محتاج الی علمہ۔

سعید بن جبیرؒ اس وقت شہید ہوئے جب کہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو"

پاکستان کی حد تک یہ فقرہ حضرت مفتی صاحبؒ پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل علم ان کے علم و فقہ کے محتاج تھے۔ اہل دانش کو ان کے فہم و تدبر کی احتیاج تھی اور اہل سیاست ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے۔ اس لئے ان کی وفات بیک وقت علم و دانش، فقہ و حدیث، سیاست و قیادت، علم و تدبر، شجاعت و بسالت اور شرافت و زعامت کا ماتم ہے۔ ان کی تنہا ذات سے دین اور خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی ان کے خلاء کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

***

فکر و عزیمت کی بلندی حق تعالیٰ شانہٗ

باقی ص ۲۷ پر

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ

معیارِ محبت

عن عبد الرحمٰن بن ابی قراد ان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم توضأ یوما فجعل اصحابہٗ یتمسحون بوضوءہ. فقال لھم النبی صلّی اللہ علیہ وسلم ما یحملکم علیٰ ھٰذا. قالوا حب اللہ ورسولہ. فقال النبی صلّی اللہ علیہ وسلم من سرّہٗ ان یحب اللہ ورسولہٗ او یحبہ اللہ ورسولہ فلیصدق حدیثہٗ اذا حدث ولیؤد امانتہ اذا ائتمن ولیحسن جوار من جاورہٗ۔

ترجمہ: حضرت سرورِ کائنات کے صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دن وضو فرمایا۔ آپؐ کے صحابہ کرام رضؓ نے وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لے کر ملنا شروع کر دیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہیں اس بات پر کیا چیز آمادہ کر رہی ہے؟ صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا "اللہ اور اس کے رسول کی محبت"۔ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے (صحیح) محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کا معاملہ کرنے لگیں، تو اسے چاہیئے کہ ہمیشہ سچ بولے، ہمیشہ امانتدار رہے اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

تشریح: ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ علیہ السلام کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے، بلکہ ہاتھوں میں لے کر اپنے جسم پر تبرکاً مل رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی اس وارفتگی کو دیکھ کر آقائے نامدار (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے ایسا کر رہے ہو؟ عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے محبت ہے۔ اسی محبت کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ جو آدمی یہ چاہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے صحیح محبت کرے یا اللہ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا محبوب بن جائے تو اس پر یہ تین باتیں لازم ہیں:

پہلی یہ تبلائی کہ ہمیشہ سچ بولے، کیونکہ جھوٹ بہت بُری چیز ہے۔ حدیث شریف میں جھوٹ کی بہت بُرائی بیان ہوئی ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی رضؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کیا مسلمان بزدل بھی ہوتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہاں ہو سکتا ہے۔ انہوں نے پھر دریافت کیا کہ کیا مسلمان جھوٹا بھی ہوتا ہے؟ تو فرمایا "لا" نہیں۔ جھوٹ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو کامل الایمان ہوگا وہ جھوٹ نہ بولے گا۔ جھوٹ سے شریعت مطہرہ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ جھوٹا انسان نہ صرف مخلوق کی نظروں میں گرا ہوا ہوتا ہے بلکہ اللہ کے ہاں بھی وہ ذلیل ہوتا ہے۔ اللہ کے ہاں سچوں کی قدر ہے۔ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سچے آدمیوں کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے، وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ سچوں کے ساتھ رہو۔

ہاں اگر سچی بات کہنے میں فساد کا خطرہ ہو تو فساد دبانے کے لئے گول مول بات کہہ دینی یا بالکل خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

"دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز"

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دوسری بات یہ تبلائی کہ اگر امانت رکھی جائے تو ادا کر دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز بطور امانت رکھی جائے وہی چیز واپس کر دے۔ اس میں تصرّف

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
ایک غلط فہمی کا ازالہ

ملت اسلامیہ کی عظیم متاع مولانا مفتی محمود خلد آشیانی کی وفات کے بعد روزنامہ "وفاق" لاہور نے ان سے متعلق ایک خصوصی نمبر شائع کیا ہے جس کے حسن و قبح پر گفتگو کا یہ موقعہ نہیں۔ تاہم اس میں جناب میاں طفیل احمد صاحب کے مضمون سے متعلق چند گزارشات پیش کرنی ضروری ہیں۔ میاں صاحب کے اس مضمون نیز انجمن شہریان لاہور کی طرف سے چند دن پہلے مسجد نیلا گنبد میں تعزیتی جلسہ میں ہونے والی تقریر سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ مفتی صاحب مرحوم میاں صاحب کے جماعتی افکار سے متاثر تھے یا ان سے بہت قریب تھے۔ بہت سے احباب نے ایسا محسوس کیا اور متعدد رفقا نے احقر کو اس طرف توجہ دلائی۔ میں اس جلسہ میں موجود تو تھا لیکن کسی مجبوری سے ذرا جلدی چلا آیا تھا اور میاں صاحب نیز حضرت مرحوم کے مخلص ترین رفیق سعد نوابزادہ نصر اللہ کی تقریر میں نہ سن سکا۔ بعد میں دوستوں نے بتایا کہ میاں صاحب نے غیر محتاط انداز میں تقریر کی جس کا نوابزادہ صاحب کو نوٹس لینا پڑا۔ پھر ایک عزیز سے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ تقریر سنی۔ دکھ بھی ہوا اور رنج بھی۔ ایک عظیم المرتبت دینی رہنما، مخلص عالم دین اور دنیائے سیاست کا بادشاہ جس نے بڑے نازک وقت میں ملت کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیا، اس کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد تعزیت کے پردہ میں ایسا انداز کسی طرح مناسب نہیں۔ مشکل یہ ہے کہ میاں صاحب جس مکتب فکر کے ترجمان ہیں اس کے نزدیک "ملی مزدور توڑ" کے تحت جھوٹ سرے سے جرم ہی نہیں اور اس مکتب فکر کے بانی کی وفات پر اس کے جماعتی حلقوں نے جو کچھ کہا اس کی دردبھری داستان وہ پریس کانفرنس تھی جو اس مکتب فکر کے بانی کے صاحبزادے نے لاہور میں کی اور احقر نے اس کا پورا متن "خدام الدین"

اشتہار لاہور اور لاہور سے باہر در و دیوار پر نظر آیا جس میں مولانا مودودی کے ایک ایسے اہم اور مفصل انٹرویو کا اعلان تھا جو کبھی شائع ہوا نہ نشر۔ اس "اہم ترین" اور مفصل انٹرویو پر مشتمل ترجمان القرآن کے انٹرویو کے اعلان میں لکھا تھا

- موجودہ حالات اور تاریخ پاکستان پر اس سے مفصل اور جامع انٹرویو پہلے کبھی نہیں لیا گیا۔
- یہ انٹرویو ۱۹۷۵ء میں ریڈیو پاکستان کی طرف سے لیا گیا جس کے لئے سولہ گھنٹے کا وقت صرف ہوا۔

پوسٹر اس بہتات اور کثرت سے چسپاں کئے گئے کہ ہمیں بھی خواہش ہوئی۔ جبر پرچہ حاصل کیا۔ معمول کے ۶۴ صفحات تھے ($\frac{20 \times 26}{8}$ سائز) شروع کے دو صفحات کے بعد صفحہ ۳ سے ۹ تک مدیر رسالہ جناب نعیم صدیقی کا تعارفی مضمون ہے ۱۰ پر ایک اشتہار ہے۔ ص ۱۱ سے انٹرویو شروع ہوتا ہے اور ص ۵۸ پر ختم ہو جاتا ہے۔ بعد کے صفحات پھر اشتہارات پر مشتمل ہیں۔ ۴۸ صفحات میں ۱۶ گھنٹے کا انٹرویو سما ہی نہیں سکتا۔ لیکن تعارف میں دیکھئے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ یار لوگوں نے خود بھانڈا اپھوڑ دیا ـــــ پہلے تو اس کا اظہار ہے کہ اس انٹرویو کی تحریک ریڈیو پاکستان کی طرف سے تھی اور لکھا ہے ہی عبدالقادر حسن صاحب اور ضیاء الاسلام صاحب انصاری کو مامور کیا تھا۔ پھر تاریخ کا ذکر ہے کہ ۸ اپریل ۱۹۷۵ء کی تاریخ اس پر درج ہے ـــــ اس پیرا کا آخری جملہ ہے "مولانا نے یہ انٹرویو غالباً سوا دو گھنٹے میں دیا"۔ اس کے بعد دوسرا پیرا شروع ہوتا ہے جس کا آخری جملہ یوں ہے "مجھے وقت کا حساب پورا یاد نہیں بس یہ تصور ہے کہ اس پر کئی گھنٹے صرف ہوئے۔" انٹرویو اور اس کی تفصیلات پر نقد و جرح سے قطع نظر مجھے بتلانا یہ تھا کہ پوسٹر کے مطابق انٹرویو پر ۱۶ گھنٹے صرف ہوئے اور تعارف میں معہ تبصرہ شائع کیا، اور ابھی اسی قسم کی ایک اور حرکت سامنے آئی۔ اس حلقہ کے ماہانہ رسالہ "ترجمان القرآن" سے متعلق ۲۰ × ۳۰ کا مضمون میں جو سات صفحات پر مشتمل ہے اس کے ایک پیرہ میں سوا دو گھنٹے غالباً کی قید کے ساتھ اور دوسرے پیرہ میں "کئی گھنٹے" کا اظہار ہے۔

یہ دلچسپ معاملہ درمیان میں ضمناً یوں ہی آ گیا تھا تاکہ "صالحین" کی "صداقت شعاری" کا ذرا سا اندازہ ہو جائے اور جن لوگوں نے "وفاق" کے مضمون اور "نیلا گنبد" کی تقریر سے اس قسم کا تاثر حاصل کیا ہے انہیں معلوم ہو سکے کہ جس کے متعلق یہ لکھا اور کہا گیا ہے وہ آج دنیا میں نہیں کہ ان باتوں کی وضاحت کر سکے لیکن ان شرفاء کو یہ تو سوچنا چاہئے کہ نہ صرف اس مسافر آخرت کے ہزاروں عقیدتمند موجود ہیں جو حقائق الم نشرح کر سکتے ہیں بلکہ ان گنت غیر جانبدار لوگ بھی بقیہ حیات ہیں جو حقیقت آشنا ہیں۔ کسی شخص کا کسی سے ملنا یا ضرورتاً کسی محاذ پر یا اس طرح کی چیز میں شریک محفل ہو جانا اور چیز ہے لیکن اپنے معتقدات سے بھرپور وابستگی دوسری چیز ہے ـــــ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ علم و شرافت کی ایک ایسی روایات کے امین تھے جو صدیوں کے ارباب علم و فضل کے گرد گھومتی ہے۔ وہ راسخ معتقدات رکھتے تھے۔ اسلام کو جدید رنگ دینے والے لوگوں کے متعلق انہوں نے کبھی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ اپنے ابتدائی دور میں ایسے اساتذہ اور رہنماؤں سے فیض حاصل کرتے رہے جنہوں نے انہیں اپنے نظریات سے مخلصانہ وابستگی کا سبق پڑھایا تھا اور اس ملک کے لاکھوں انسان گواہ ہیں کہ وہ اپنی حیات مستعار کے آخری لمحہ تک الحاد و بے دینی اور جدید نظریات کے کرٹ دشمن رہے اور اس قسم کے افراد سے ان کا ربط محض ایسا تھا جیسا شہر میں آگ لگ جائے تو سبھی لوگ اس کی فکر کرتے ہیں اور بس۔ مجھے امید ہے کہ یہ چند اشارات کافی ہوں گے ورنہ ضرورتاً بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آں مرحوم پر اپنی بے پناہ رحمتیں نازل فرمائے۔

بریرہ خاتون

جذبۂ ایمان کی جیت

ظہورِ اسلام سے قبل ساری دنیا کی سوسائٹی میں عورت کا مظلوم طبقہ درد و کرب کی زندگی گزار رہا تھا۔ کسی سوسائٹی اور معاشرے میں اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس کے حقوق پامال کئے جاتے تھے۔ عورت ظلم و شقاوت کا شکار تھی یا عیش و عشرت کے متوالوں کی بزمِ نشاط کا سامان، اس کا وجود باعثِ شرم اور وجہ عار سمجھا جاتا تھا۔ بعض نام نہاد معزز سوسائٹیوں میں یہ رواج تھا کہ لڑکی پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دی جاتی۔ لیکن اسلام جہاں ساری دنیا کے لئے پیغامِ رحمت بن کر آیا وہاں خصوصیت سے اس مظلوم طبقہ کے لئے رحمت کی گھٹا بن کر برسا۔ اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو اس کی ضیا بار کرنوں سے جہالت کی تاریکیاں اور ظلم کے اندھیرے چھٹ گئے۔ عورت کا مظلوم طبقہ غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہوا اور احساس کمتری کو دور کیا۔ ان مسلمان عورتوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر سسکتی ہوئی انسانیت اور مصیبت کی ماری ہوئی دنیا کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا۔ اسلام کی اشاعت اور اس کے پھیلانے میں پورا پورا تعاون کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ حق بلند کیا اور اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے جس ذات نے لبیک کہا وہ اسی مظلوم طبقہ کی ایک معزز خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ آج اسی مظلوم طبقہ سے تعلق رکھنے والی ایک اولوالعزم خاتون کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دور کی عالم و فاضل، ادیب و نکتہ شناس اور بلند حوصلہ خاتون تھیں۔ وہ بڑے مضبوط ایمان، پرجوش دل اور قوی عزم و ارادہ کی حامل تھیں۔ ان کا شمار ان خوش بخت لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ابتدائے اسلام میں ہی ربقۂ اسلام اپنی گردنوں میں ڈال لیا۔ ان کے بھائی حضرت عمر بن خطاب نہایت بہادر، دلیر اور سخت مزاج کے انسان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین مخالفین میں سے ایک تھے۔ اس بنا پر یہ اپنے اسلام کو اپنے بھائی سے حتی الامکان مخفی رکھتی تھیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت خبابؓ بن ارت ان کو قرآن پڑھاتے اور تعلیمِ قرآن کا یہ فریضہ وہ حضرت فاطمہؓ کے گھر جا کر انجام دیتے۔ فاطمہؓ کے شوہر سعید بن زید بھی اسلام قبول کر چکے تھے۔ وہ بھی خبابؓ بن ارت سے قرآن پڑھتے۔ ایک دن حضرت عمر فاروقؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی غرض سے گھر سے نکلے۔ راستہ میں خاندان بنو زہرہ کا ایک فرد نعیمؓ ملے۔ انہوں نے عمرؓ کے خطرناک تیوروں کو دیکھ کر پوچھا:

"عمر! کہاں کے ارادے ہیں؟"

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے ارادے سے جا رہا ہوں"

عمرؓ نے غصہ سے جواب دیا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے خاندان بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس صورت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکو گے؟"

حضرت نعیم نے جواب دیا:

"میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی بے دین اور صابی ہو گئے ہو اور تم نے بھی دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کر لی ہے؟"

عمرؓ نے چہرے پر آثارِ خشونت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تجھے یہ تعجب انگیز بات نہ بتاؤں کہ تیرا بہنوئی سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہ بھی اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کر کے دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو کار ہو گئے ہیں؟"

فوراً حضرت نعیمؓ نے یہ جواب دیا۔

یہ بات سن کر عمرؓ کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور وہ بے تابی کی حالت میں برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے سیدھے بہن کے مکان پر پہنچے۔ اس وقت خبابؓ بن ارت دونوں میاں بیوی کو قرآن پاک کی تعلیم دے رہے تھے۔ جب خبابؓ نے حضرت عمرؓ کے پاؤں کی آہٹ سنی تو ڈر کر اپنی جگہ سے اٹھے اور بھاگ کر مکان کے ایک کونے میں جا چھپے۔ اتنے میں عمرؓ نے دروازہ کھلوایا اور دہلیز پر قدم رکھتے ہی پوچھا:

"میں یہ بھنبھناہٹ سی کیسی سن رہا تھا۔"

حضرت فاطمہؓ نے قرآن کے اوراق کو چھپاتے ہوئے کہا:

"کچھ بھی نہیں۔"

عمرؓ نے پورے زور سے گرج کر کہا:

"بخدا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروکار بن گئے ہو۔"

اور ساتھ ہی جوشِ غضب میں اپنے بہنوئی سعیدؓ کے منہ پر زور سے تھپڑ دے مارا۔ فاطمہؓ اپنے بھائی کے ہاتھوں شوہر کی توہین برداشت نہ کرتے ہوئے اپنے شوہر کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بھی دھکا دے کر زمین پر گرا کر سر کے بالوں سے کھینچا۔ حضرت عمرؓ کی یہ نازیبا حرکت دیکھ کر حضرت فاطمہؓ کا صبر جواب دے گیا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئیں اور عمرؓ سے مخاطب ہوکر بولیں:

عمر! بہتر یہ ہے کہ اب ہاتھ روک لو۔ میری طاقتِ صبر جواب دے گئی ہے۔ اس سے زیادہ سختیاں اور ستم رانیاں برداشت نہیں کی جائیں گی۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ماضی کا دور بیت چکا ہے۔ زمانۂ جاہلیت کی بساط الٹ گئی ہے اور ہم معبودانِ باطل کو ترک کرچکے ہیں۔ آفتابِ اسلام کے طلوع ہوتے ہی روشنی کی ایک عالمگیر لہر دوڑ گئی ہے جس نے جہالت کی تاریکیوں کو ختم کرکے لوگوں کے قلب ونظر کے تمام گوشوں کو منور کردیا ہے۔

عمر! اسلام کی تعلیم پاکیزہ ہے۔ وہ جیسے جیسے پھیلتی اور اپنا دامن وسیع کرتی جائے گی۔ روشنی کے خطوط ابھرتے اور تیز ہوتے جائیں گے۔ ہم نے اسلام کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اتار لیا ہے اور ہماری فکر ونظر میں اس کی تعلیمات رچ بس گئی ہیں۔ لہٰذا اس راہ کی کوئی بھی سختی ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ ہم ہر قدم پر اسلام کا دفاع اور ہر موڑ پہ اپنی حفاظت کریں گے۔ تمہاری ایذا رسانیاں ہمیں اس صراطِ مستقیم سے ہٹنے اور ہار ماننے پر مجبور نہیں کرسکتیں۔ ہم نرمی کا جواب نرمی سے اور سختی کا جواب سختی سے دیں گے۔ تم نے وقت کی رفتار کو نہیں پہچانا اور مسلمانوں کے حوصلوں کا امتحان نہیں لیا۔ ہم جان دے سکتے ہیں، لیکن اپنے دین کو جو ہر لحاظ سے سچا ہے ترک نہیں کرسکتے۔ تمہاری تلوار ہماری گردن کو تو جسم سے جدا کرسکتی ہے مگر ہمارے عزائم پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

عمر! میں واضح الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتی ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے نبی اور پیارے رسول ہیں۔ ان پر جو کتاب نازل ہو رہی ہے وہ بالکل صحیح اور اللہ کی طرف سے ہے۔ خدا کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں۔ تمہارے یہ پتھر کے بت جھوٹے اور باطل ہیں۔ تمہاری راہ جہنم کی راہ ہے اور ہماری منزلِ مقصود جنت ہے — کامیابی بالآخر اسلام کے لئے مقدر ہوچکی ہے۔ تم لوگ اپنی غلط تعلیم کی وجہ سے نامراد و ناکام رہو گے۔ البتہ جو اسلام قبول کرے گا وہ فوز وفلاح پائے گا۔ تمہاری لوہے کی دیوار سے اسلام کی تلوار کی ضرب شدید اور اس کا زخم زیادہ گہرا ہے

حضرت عمرؓ کے بہنوئی حضرت سعیدؓ نے بھی حضرت فاطمہؓ کی تائید کی اور دونوں تن کر عمرؓ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور یک زبان بول اٹھے۔

"ہم اسلام قبول کرچکے ہیں۔ اب جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔"

حضرت عمرؓ کو یہ توقع نہ تھی کہ بہن اور بہنوئی اتنی جرأت سے انکا مقابلہ کریں گے اور ان کے سامنے سرنگوں ہونے سے انکار کردیں گے۔ اطاعت شعار بہن نے جو رویہ اختیار کیا تھا اور حضرت عمرؓ کو جس لب ولہجہ سے مخاطب کیا تھا وہ عمرؓ کے لئے انتہائی حیران کن تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ صاف گوئی واقعی کسی غیبی سچائی کی آئینہ دار ہے۔ عمرؓ نے ندامت اور افسوس کے لہجہ میں کہا:

"جو کلام تم ابھی پڑھ رہے تھے اور جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا گیا ہے وہ مجھے دکھاؤ۔"

"ہمیں ڈر ہے کہ تم اس کلامِ پاک کی بے حرمتی کروگے۔" بہن نے جواب دیا۔

عمر: میں اپنے معبود کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کی بے حرمتی نہیں کروں گا۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ میں اسے پڑھ کر ابھی واپس کردوں گا۔"

فاطمہؓ: تم شرک کی آلودگی کی وجہ سے ناپاک ہو اور اس مقدس صحیفہ کو پاک اور طاہر لوگوں کے سوا اور کسی کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔"

حضرت عمرؓ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے۔ ہاتھ دھوئے اور غسل کیا۔ بہن نے قرآن کریم کے وہ اوراق دیئے جو عمرؓ کی آمد کے وقت پڑھ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ابھی سورۂ طٰہٰ کا ابتدائی حصہ ہی پڑھا تھا کہ نظروں سے کفر کے دبیز پردے سرکنے لگے۔ دل پر روشنی کی لکیر ابھری اور آنکھوں میں نور انگڑائیاں لینے لگا۔ بے ساختہ زبان سے نکلا۔

"یہ کلام کس درجہ حسن وخوبی سے مزین اور عزت واکرام سے مالا مال ہے:"

حضرت خبابؓ جو ابھی تک حضرت عمرؓ کے ڈر سے مکان کے ایک کونے میں چھپے بیٹھے تھے باہر نکلے اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوکر بولے:

"عمر! بخدا اللہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول کرلی ہے اور تمہیں ایک بہت بڑے داعی اسلام کے طور پر چن لیا گیا ہے۔ میں نے آج ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے یہ دعا مانگ رہے تھے:

"اے اللہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما۔"

چنانچہ اللہ نے اپنے حبیب کی یہ دعا تمہارے حق میں قبول فرمالی ہے۔"

"خبابؓ! مجھے بتاؤ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں تاکہ میں ان کے حضور جاکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاؤں۔"

حضرت عمرؓ نے التجا کی۔

"آپ صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں تشریف فرما ہیں جو زیدؓ بن ارقم کا ہے۔"

حضرت خبابؓ نے جواب دیا۔

حضرت عمرؓ اسی طرح شمشیر برہنہ ہاتھ میں پکڑے بہن کے گھر سے نکلے اور حضرت خبابؓ کی نشاندہی کے مطابق زیدؓ بن ارقم کے مکان پر دستک دی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے۔ ایک صحابی نے آہٹ پاکر مکان کے اندر سے جھانک کر دیکھا تو گھبرایا ہوا آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا کہ عمر ہاتھ میں تلوار [illegible] دروازے پر کھڑے ہیں۔"

باقی صفحہ ۱۸ پر

حافظ مقصود احمد

حرم پاک میں ولی اللّٰہی فکر کا پیامبر

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے ۱۲۹۰ھ میں مدرسۂ صولتیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ حیدرآباد کی ایک مخیر خاتون صولت بیگم کے ایما اور خرچ پر تعمیر ہوا اور بحمد اللہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا لیکن تعلیم و تعلّم کے علاوہ اس مدرسے کی اہلِ مکہ اور حجاج کی خدمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ وقت کے ساتھ جذبۂ خدمت بڑھتا رہا ہے۔ یہ سب کچھ بانیٔ مدرسہ کے خلوص اور ان کے جانشینوں کے جذبۂ خدمت کا نتیجہ ہے۔

پس منظر

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہندوستان میں انگریز کی مسلمانوں کے مذہب میں دخل اندازی کا ردِ عمل تھا۔ انگریز ہر صورت میں مسلمانوں میں دینِ اسلام سے بے تعلقی راسخ کرنا چاہتا تھا۔ بعض کو سیاسی رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ان میں جاگیریں اور ملازمتیں دے کر قوم سے علیحدہ کر لیا۔ عامۃ الناس کی نظر میں مذہب کو مشکوک بنانے کے لئے پادریوں کی ایک کھیپ ملک میں چھوڑ دی گئی جو ان پڑھ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتی کہ اگر مسلمانوں کا خدا سچا ہوتا تو انہیں اس طرح انگریز کے ہاتھوں شکست نہ ہوتی۔ اجتماعات اور میلوں میں تثلیث کی حقانیت اور توحید کے رد میں پادری تقریریں کرتے۔ عام علماء ان کے رد میں کچھ کہتے تو پادری ان کے چیلنج کو قبول کر لیتے اور ضرورت کے مطابق مناسب پادری کو مباحثے کے لئے لے آتے۔ یہ پادری بہر حال عام علماء کو سرِ عام زچ کرتے اور اہلِ اسلام کے پاؤں نہ جمنے دیتے۔ انہی معرکہ آرا مناظرین میں سے ایک پادری فنڈر تھا۔

پادری فنڈر

یہ شخص عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کے علاوہ اسلامی علوم سے کماحقہ واقفیت رکھتا تھا۔ بہت سی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ مد مقابل کو اسی کی کتابوں کے حوالے سے لا جواب کر دیتا تھا۔ الٰہ آباد میں میلہ خدا شناسی میں اکثر آ ما ور عیسائیت کے حق میں بڑی مدلل تقریریں کرتا۔ پادری فرنچ اس کا معاون تھا۔ اگرچہ استدلال میں اس کا درجہ بلند تھا لیکن پادری فنڈر کی طرح چرب زبان نہیں تھا۔ اس لئے مناظرے میں اس کی حیثیت ثانوی ہی رہتی۔ پہلی بار ان لوگوں کو مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لاجواب کیا۔ یہاں تک کہ ایک ہندو پنڈت کو کہنا پڑا کہ باتیں تو انگریز پادری نے بہت کیں لیکن بات وہی ہے جو نیلی لنگی والے ملاں نے کی۔ مولانا نانوتوی اس وقت نیلی لنگی پہنے ہوئے تھے۔

ازاں بعد ابطال تثلیث کے سلسلہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے باقاعدہ طور پر پادری فنڈر کا تعاقب کیا اور الٰہ آباد کے مناظرہ میں اس کو وہ زک پہنچائی کہ اس کے بعد ہندوستان میں تثلیث کے اثبات کی سرِ عام جرأت نہ ہو سکی۔

مناظرہ الٰہ آباد

کافی دیر خط و کتابت ہونے کے بعد ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء مطابق ۱۰ رجب ۱۲۷۰ھ کو سوموار کے دن مناظرہ ہونا قرار پایا۔ حاضرین جلسہ میں متعدد اعلیٰ افسران بھی موجود تھے جن میں انگریز، ہندو اور مسلمان سبھی شامل تھے۔ حاضرین جلسہ کی کل تعداد چھ سو کے لگ بھگ تھی۔

مناظرے کی ابتدا پادری فنڈر نے کی اور بلند آواز سے کہا۔

پادری فنڈر: حاضرین جلسہ یہ مناظرہ مولانا رحمت اللہ کے مطالبے پر منعقد کیا جا رہا ہے — مناظرے میں ان امور پر بحث ہوگی۔ نسخ تحریف، الوہیت مسیح، تثلیث، نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حقانیت قرآن۔ پہلے چار مسائل کا جواب میں دوں گا اور آخری دو کا اثبات مولانا کے ذمے ہوگا۔

مولانا رحمت اللہ: پادری صاحب! آپ نے اپنی کتاب میزان الحق صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے کہ جس طرح تورات زبور کے نزول سے منسوخ ہو گئی اور انجیل کے آنے سے زبور منسوخ ہو گئی اسی طرح قرآن کے نزول کے بعد انجیل منسوخ ہو گئی، حالانکہ قرآن میں اس کا

کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی کسی تفسیر میں یہ خبر موجود ہے بلکہ اس کے خلاف تصریح موجود ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتح العزیز سورۃ بقرۃ آیت ۸ ولقد اٰتینا موسی الکتاب ... الآیۃ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے در پے رسول بھیجے مثلاً یوشع، ایاس، الیسع، شموئیل، داؤد، سلیمان، شعیا، ارمیا، یونس، عزیر، حزقیل، زکریا، یحییٰ وغیرہم علیہم السلام ان کی تعداد چار ہزار تک تھی۔ یہ سب انبیاء موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر چلانے کے لئے آئے۔ اسی طرح تفسیر حسینی آیت نمبر ۱۶۱ سورۃ نساء (وآتینا داؤد زبورا) کے تحت لکھتے ہیں کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔ یہ حمد و ثنا پر مشتمل تھی اور امر و نواہی اس میں نہ تھے۔ داؤد علیہ السلام کی شریعت بعینہٖ تورات والی شریعت تھی۔ اسی طرح دوسری اسلامی کتب میں مذکور ہے۔

پادری فنڈر: آپ کا کیا خیال ہے، انجیل منسوخ ہے یا نہیں؟

مولانا: ہم اس کے نسخ کے قائل ہیں۔ نسخ کا مطلب ہم واضح کریں گے۔ آپ سے صرف یہ استدعا ہے کہ آپ حوالے صحیح دیں۔ تورات نہ تو زبور سے منسوخ ہوئی اور نہ ہی زبور کو انجیل نے منسوخ کیا۔

پادری: میں نے سنا ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ کتابیں اپنے ماقبل کو منسوخ کرتی ہیں۔

مولانا: یہ تو انصاف سے بعید ہے کہ سنی سنائی بات کو آپ قرآن اور تفاسیر کی طرف منسوب کریں۔ بالجملہ یہ دعویٰ کہ زبور تورات کی ناسخ اور انجیل سے منسوخ ہو گئی غلط ہے۔

پادری: ہاں واقعی ایسا ہی ہے۔

مولانا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی اصطلاح میں نسخ سے کیا مراد ہے؟

پادری: بتائیے!

مولانا: [illegible] امر و نواہی میں ہوتا ہے [illegible] قصص میں نہیں ہوتا۔ اسی طرح نسخ امور عقلیہ اور قطعیہ میں بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ اللہ موجود ہے اس میں نسخ واقع نہیں ہو گا۔ نسخ امور حسیہ میں کبھی نہیں ہوتا مثلاً دن کی روشنی یا رات کی تاریکی۔ اس میں کیا نسخ ہو گا۔ اسی طرح اوامر و نواہی میں بھی نسخ کی تفصیل ہے۔ عمل حکم میں وجود اور عدم وجود کو دیکھا جائے گا۔ ایمان باللہ اور امتناع شرک محل نسخ نہیں ہیں۔ وجود اور عدم کی بھی تقسیم ہوگی۔ مؤبد اور موقت مثلاً فرمان خداوندی ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا مؤبد ہے اور اس میں نسخ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ بھی موقت ہے۔ یہ بھی معین ہے قبل نسخ کا متحمل نہیں۔

اس کے برعکس غیر موقت کا مطلق حکم جس کے متعلق اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ [illegible] خاص وقت تک اس حکم کو برقرار رکھا جائے گا اور اس کے بعد دوسرا حکم دے دیا جائے گا۔ مثلاً جب کوئی مالک اپنے ملازم کو ایک حکم دیتا ہے اس کے بعد اس ملازم کو اس خدمت سے سبکدوش کر دیا جاتا ہے۔ ملازم تو یہ سمجھتا ہے کہ حکم میں تغیر ہو گیا، لیکن مالک کی نسبت سے اس میں تغیر نہیں ہوا (کیونکہ اس نے یہ ملازم رکھا ہی اتنی مدت کے لئے تھا) اس کی آسان مثال یہ ہے کہ گرمیوں میں حکم ہوتا ہے کہ دفتر کے اوقات فلاں سے فلاں وقت تک ہوں گے۔ جب سردی آتی ہے تو اوقات تبدیل کر دیے جاتے ہیں — اس لحاظ سے یہ دوسرا حکم پہلے کا مغیر نہیں بلکہ معین ہو گیا کہ اس نے پہلے حکم میں تبدیلی نہیں کی بلکہ اس حکم کی انتہا بتا دی۔ مسلمانوں کے نزدیک نسخ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسے شرعی حکم کا انتہائے مدت بیان کرتا ہے جو عملی اور محتمل الوجود ہو۔

پادری: اس اصول کے تحت انجیل کا کون سا حکم آپ کے نزدیک منسوخ ہو گیا۔

مولانا: طلاق کی حرمت اور اس قسم کے دوسرے مسائل

پادری: تو کیا ساری انجیل منسوخ نہیں ہو گئی؟

مولانا: نہیں۔ کیونکہ انجیل مرقس کے بارہویں باب میں ہے (اے اسرائیل سن! ہمارا پروردگار صرف ایک خدا ہے۔ تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنے پروردگار سے دل و جان سے محبت کرے ... دوسرا حکم یہ ہے کہ تو اپنے ہمسائے کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھے۔ ہم ان دونوں حکموں کو منسوخ نہیں سمجھتے۔

پادری: انجیل منسوخ نہیں ہو سکتی کیونکہ باب ۲۱ آیت ۳۳، انجیل لوقا میں ہے (آسمان و زمین ٹل سکتے ہیں لیکن میرا کلام تبدیل نہیں ہو سکتا)۔

حکیم وزیر خان: یہ حکم عام نہیں، بلکہ ایک واقعہ کے متعلق خاص ہے۔ مسیح علیہ السلام ایک بات کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو بات میں تمہیں بتا رہا ہوں، وہ ہر حالت میں ہو کر رہے گی۔

پادری: نہیں یہ قول عام ہے خاص نہیں۔

حکیم صاحب: انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳۵ کے ذیل میں مفسرین دوالی اور رچرڈ مینٹ کہتے ہیں (اور یہ آیت مذکورہ آیت سے ملاحق ہے) کہ پادری پیرس کہتے ہیں کہ جن امور کی میں نے خبر دی ہے وہ ہو کر رہیں گے اور ڈین آسٹائن ہوپ کہتے ہیں کہ تمام اشیاء کے مقابلے میں گرچہ آسمان و زمین غیر متبدل ہیں، لیکن آسمانی خبر کے مقابلہ میں ان کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بدل جائیں، لیکن آسمانی خبر تبدیل نہیں ہو سکتی۔

پادری: نہیں یہ حکم عام ہے حکم خاص نہیں۔

حکیم صاحب: ہم تو دعویٰ پر دلیل دیتے ہیں۔ آپ بلا دلیل تحکم سے کام لے رہے ہیں۔

یہ سن کر پادری صاحب خاموش ہو گئے۔

حکیم صاحب: آپ نے اپنی کتاب میزان الحق میں اقرار کیا ہے کہ تورات [illegible] چکی ہے حالانکہ انجیل متی باب ۱۲، آیت ۸ میں مسیح موعود کا قول تورات کے بارے میں ہے (میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں کہ ناموس کا ایک حرف یا نقطہ

تک بھی نہیں بدل سکتا یہاں تک کہ یہ مکمل نہ ہو لے)۔

پادری: ہماری بحث توراۃ کے متعلق نہیں ہے۔

حکیم صاحب: بھلا ایسا کیوں نہیں؟ ہمارے نزدیک توراۃ اور انجیل ایک ہی ہیں۔ آپ نے خود اپنی کتاب میزان الحق فصل ثانی باب اول میں لکھا ہے کہ انجیل اور کتب عہد عتیق کسی وقت بھی منسوخ نہیں ہوئے۔ اس لئے آپ کو آیت مذکورہ میں تاویل کے بغیر چارہ نہیں۔ اسی طرح ہم بھی مسیح علیہ السلام کے قول کی تاویل کریں۔ جو عذر آپ کا وہی ہمارا۔ (نوٹ: عجیب بات ہے کہ ایک قول سے وہ توراۃ کے عدم نسخ کو ثابت کرتے ہیں اور یہاں مباحثہ میں اس سے فرار ڈھونڈتے ہیں ثابت ہوگیا کہ ان کا دلیل پکڑنا غلط ہے)

پادری: [illegible] نے لکھا ہے لیکن [illegible] انجیل میں ہو رہا ہے۔

حکیم صاحب: جب حواریوں نے تمام توراۃ کو منسوخ کردیا تو صرف [illegible] احکام غیر منسوخ رہ گئے۔

۱۔ [illegible]

[illegible])۔

۲۔ خون

۳۔ گلا گھونٹا ہوا جانور، اور

۴۔ زنا۔۔۔ اب ان میں صرف حرمت زنا رہ گئی ہے۔ باقی منسوخ کردی گئی ہیں۔

پادری صاحب: مذکورہ تین چیزوں کی حرمت اب بھی ہمارے شراح کے نزدیک مختلف فیہ ہے اس کے نسخ اور عدم نسخ کے بھی قائل ہیں۔ ہم قرابین الاوثان کی حرمت اب بھی مانتے ہیں۔

مولانا: مقدس پولس رسالہ رومیہ باب ۱۴، آیت ۱۴ میں فرماتے ہیں۔ (میں اب یسوع کو گواہ بناتا ہوں کہ کوئی چیز فی نفسہ نجس نہیں مگر جس چیز کو نجس سمجھیں وہی نجس ہوتی)۔ پھر طیطس کی طرف خط باب اول آیت ۱۵ میں لکھتے ہیں (پاک لوگوں کے لئے ہر چیز پاک ہے اور ناپاک لوگوں کے لئے ہر چیز ناپاک ہے)۔ یہ دونوں آیتیں ان اشیاء کی حلت کے بارہ میں نقل ہیں۔ پھر ان چیزوں کی حرمت و حلت مختلف کیوں؟ اور قرابین الاوثان ہی آخر کیوں حرام قرار دی گئیں؟

یہ سن کر پادری متحیر رہ گیا۔

مولانا: انجیل متی باب ۱۰ مسیح علیہ السلام اپنے حواریوں کو فرماتے ہیں (پہلی امتوں کے طریقہ پر مت چلو۔ سامریوں کے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ بنی اسرائیل کے [illegible] گروہ لوگوں کی طرف جاؤ) پھر انجیل متی باب ۱۵ میں اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ (میں صرف گمراہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں)۔ اس کے برعکس انجیل مرقس باب ۱۶، آیت ۱۵ میں حواریوں سے خطاب ہے (تمام دنیا میں پھیل جاؤ اور لوگوں سے انجیل پر عمل کراؤ) ؟؟؟ گویا کہ دوسرا قول پہلے کا ناسخ ہوا۔

پادری: مسیح نے خود اپنا کلام منسوخ کیا ہے۔

مولانا: اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ مسیح کے کلام میں نسخ ہے۔ جب بیٹے کے کلام میں نسخ ہے تو باپ نسخ پر زیادہ قادر ہے جیسا کہ خود عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ (میرا باپ مجھ سے عظیم تر ہے۔ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸) ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ باپ جو بیٹے سے زیادہ قادر ہے اس نے خود انجیل کے احکام کو قرآن کے ذریعہ منسوخ کردیا۔ نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انجیل کو منسوخ کیا ہے۔ نیز مسیح علیہ السلام کا یہ قول بھی ثابت ہوا کہ زمین و آسمان تو ٹل سکتے ہیں لیکن میرا کلام اٹل ہے۔۔۔ اور سنیئے مقدس پولس رسالہ عبرانیہ باب ۷ آیت ۱۲ میں فرماتے ہیں (سابقہ وصیت (توراۃ) کو اس کے ضعف اور عدم نفع کی وجہ سے باطل کرنا پڑا۔ آیت باب ۸ میں فرمایا (اگر پہلا بے عیب ہوتو دوسرے کی ضرورت نہیں ہوتی)۔ آیت ۱۳ (جب نئی چیز لائی جاتی ہے تو پرانی چھوڑ دی جاتی ہے اور جس کو ترک کردیا جائے وہ ختم ہوجاتی ہے) چنانچہ آپ کے مقدس پولس کے فرمان کے مطابق توراۃ ضعیف ہے۔ عدیم النفع ہے، عیب دار ہے اور مضمحل

یہ سن کر پادری خاموش ہو گیا۔

پادری فرنچ: مسیح کی آمد سے توراۃ اور دوسری سماوی کتب کی تکمیل ہو گئی اور انجیل میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کہ کسی اور شخص کے آنے سے اس کی تنسیخ ہو جائے گی۔

حکیم صاحب: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسیح کی آمد سے توراۃ کی تکمیل ہو گئی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسیح سے قبل توراۃ کے احکام میں نسخ واقع ہو چکا ہے۔

پادری فرنچ: وہ کون سے احکام ہیں؟

حکیم صاحب: مثلاً ذبح کے احکام۔ سفر احبار باب ۱۷ میں مذکور احکام کتاب استثناء باب ۱۲ کی آیات ۱۵۔ ۲۰ اور ۲۲ سے منسوخ ہو گئے۔ مسٹر ہارن صفحہ ۶۱۹ پر اپنی تفسیر جلد نمبر ۱ مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں لکھتے ہیں کہ ذبح کے احکام ان آیات سے منسوخ ہو گئے اور نسخ کا یہ حکم مصر میں ہجرت سے پہلے اور فلسطین میں داخل ہونے سے چالیس سال قبل کا ہے۔

(جب اس تفسیر کی عبارت مجمع میں پڑھ کر سنائی گئی تو پادری فرنچ لاجواب ہو گیا۔

حکیم صاحب: اب تک بات یہ ہو رہی تھی کہ نسخ ممکن ہے اور یہ کہ کلام اللہ میں نسخ محال نہیں۔ اس کا دعویٰ خود پادری فنڈر صاحب نے بھی کیا ہے اور اپنی کتاب میزان الحق میں بھی اس کو ثابت کیا ہے اور بالفعل اس کا وقوع بعثت نبوی سے ثابت ہو گیا۔

اس پر نسخ کی بحث ختم ہو گئی۔

مبحثِ تحریف

مولانا رحمت اللہ: پادری صاحب یہ بتائیے کہ آپ کے نزدیک تحریف کس طرح ثابت ہوتی ہے تاکہ اسی طرح سے آپ کی کتابوں میں تحریف ثابت کی جائے۔

(اس کا کوئی جواب پادری صاحب نے نہ دیا)

مولانا: کیا آپ کے نزدیک تمام بائبل کتاب پیدائش کے اوّل باب سے لے کر کتاب مشاہدات کے آخری باب تک کا ہر ہر لفظ کلام اللہ ہے یا نہیں؟

پادری: ہم ہر ہر لفظ کے بارے میں تو یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں اعتراف ہے کہ تحریر میں سہو کاتب ہو گیا ہے۔

مولانا: میں ان الفاظ کو چھوڑے دیتا ہوں جن میں سہو کاتب ہوا ہے۔ صرف انہی الفاظ کو لیتے ہیں جن میں جزم کے ساتھ سہو کاتب نہیں ہوا۔ ایسے ہی ان فقروں کو بھی چھوڑ دیتے ہیں

پادری: میں لفظوں کو بحث میں نہیں لانا چاہتا۔

مولانا: اس تحریر پر غور فرمائیے۔ یورپی مورخ اپنی تصنیف کتاب تاریخ کی جلد ۴ باب ۱۸ میں لکھتا ہے (مشہور مورخ جسٹن نے ٹریفو یہودیوں کے مقابلہ میں متعدد بشارات ذکر کی ہیں، لیکن اس کا دعویٰ ہے کہ یہودیوں نے ان بشارات کو کتب مقدسہ سے ساقط کر دیا ہے۔ اسی طرح واٹسن کتاب ۳ صفحہ ۲۰۳ پر لکھتا ہے (جسٹن نے جن عبارات کا ذکر کیا ہے وہ اس کے زمانہ میں عبرانی اور سبعینی نسخوں میں موجود تھیں، لیکن اب ان نسخوں میں بھی وہ عبارتیں مفقود ہیں"

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:
یا تو جسٹن اپنے دعوے کا سچا تھا یا جھوٹا۔
اگر سچا تھا تو ہمارے بیان کی تصدیق ہو گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ یہود نے تحریف کی ہے، اور اگر جھوٹا تھا تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ قدما مفسرین میں سب سے بڑا مفسر جھوٹا ہے۔ اپنی طرف سے عبارتیں گھڑ کر ان کو خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ بالجملہ دو میں سے ایک فریق نے ضرور تحریف کی ہے۔

پادری: جسٹن ایک فرد تھا۔ اس سے غلطی ہو گئی۔

مولانا: یہ بالکل غلط ہے۔ جسٹن اس معاملہ میں منفرد نہیں بلکہ دیگر سابقہ اجل علماء اس کے ہمنوا ہیں۔ مزید سنیئے! ہنری اور سکاٹ مفسرین بائبل نے جلد اوّل میں تصریح کی ہے کہ آگسٹائن یہود پر یہ الزام لگاتا تھا کہ انہوں نے اکابرین کی عمروں میں تحریف کی ہے اور انہوں نے نسخہ عبرانیہ میں بھی تحریف کی ہے۔ یہی بات یعنی تحریف از یہود جمہور قدما کہتے چلے آئے ہیں کہ یہ تحریف ۱۳۰ء میں ہوئی۔

پادری: ہنری اور سکاٹ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ بھی تو مفسر ہیں۔ ان جیسے دیگر سیکڑوں مفسرین بھی تو ہیں۔

مولانا: ان دو مفسرین نے اپنی اپنی آراء پیش نہیں کیں بلکہ انہوں نے تو جمہور قدماء کا مذہب بیان کیا ہے۔

پادری: مسیح علیہ السلام نے کتب عہد عتیق کی شہادت بیان کی ہے اور ان کی گواہی مابعد کی ہر گواہی سے زیادہ معتبر ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا (اگر تم موسیٰ کی تصدیق کرتے تو میری بھی تصدیق کرتے کیونکہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہی میں نے کہا ہے) انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۴۶۔

مولانا: عجیب بات ہے کہ جو کتاب ہی متنازعہ فیہ ہے اسی سے آپ استدلال لیتے ہیں۔ ہم تو اسی میں تحریف کے مدعی ہیں اور اگر یہ قول صحیح بھی ہو تو تحریف تو ۱۳۰ میلادی میں ہوئی۔ اس لحاظ سے بھی یہ استدلال صحیح نہیں ہے اور پیلی نے کتاب اسناد باب ۶ قسم ثالث مطبوعہ لندن ۱۸۵۰ء میں لکھا ہے کہ مسیح کی گواہی سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں ان کے زمانہ میں موجود تھیں۔ ان کے ہر ہر لفظ اور جملہ کی تصدیق نہیں ہوتی۔

پادری: ہم اس بارہ میں پیلی کی بات تسلیم نہیں کرتے۔

مولانا: اگر آپ پیلی کی بات تسلیم نہیں کرتے تو ہم آپ کی بات نہیں مانتے اور ہماری بات وہی ہے جو پیلی نے کہی ہے۔

حکیم صاحب: یعقوب نے اپنے رسالہ کے باب پنجم میں کہا ہے (تم نے صبر ایوب کے بارہ میں سن لیا اور تم   کا مقصد بھی جان گئے ہو) باوجودیکہ کسی کو بھی کتاب ایوب کے الہامی ہونے کا اقرار نہیں، بلکہ اہل کتاب میں سلفاً و خلفاً یہی بات محل نزاع رہی ہے کہ آیا ایوب نام کا کوئی آدمی موجود تھا کہ نہیں۔ مائی ڈنز جو کہ علماء یہود میں سب سے بڑا عالم تھا نیز لیکرک، میکائلس، سملر اسٹاک اور دوسرے مسیحی علماء کہتے ہیں کہ ایوب ایک فرضی نام ہے اور اس کا قصہ قصہ باطلہ ہے۔

پادری صاحب: ہمارے نزدیک ایوب واقعی ایک شخص تھا اور اگر اس کی کتاب کی گواہی مسیح نے دی ہے تو وہ واقعی الہامی کتاب ہے۔

پادری صاحب: تحریف تو تب ثابت ہوگی اگر آپ ایسی عبارت ثابت کریں جو قدیم نسخوں میں تو پائی نہیں جاتی لیکن جدید نسخوں میں موجود ہے۔

حکیم صاحب: یہ لیجئے رسالہ یوحنا باب پنجم آیات سات و آٹھ۔

پادری: اس جگہ تحریف ہوئی ہے۔ اسی طرح دو ایک جگہ اور بھی تحریف ہوئی ہے۔

> اس پر پاس بیٹھے ہوئے انگریز افسر مسٹر مستھو نے پادری فرنچ سے انگریزی میں پوچھا کہ کیا بات ہوئی۔ مسٹر فرنچ نے بتایا کہ پادری فنڈر نے اقرار کر لیا ہے کہ (انجیل) مفسر چیا ہورن دفیشرا چھ سات جگہ تحریف ہوئی ہے۔ پھر

> حکیم وزیر خان کو کہا کہ پادری فنڈر نے مزید سات آٹھ جگہوں پر تحریف کا اقرار کیا ہے۔

امام جامع مسجد اکبرآباد: (خادم علی مہتمم مطبع الانوار جو اس مباحثے میں کاتب تھے) لکھیں کہ پادری فنڈر نے سات آٹھ مقامات پر تحریف کا اقرار کیا ہے (اور اسے اپنے رسالے میں شائع کر دیں)۔

پادری فنڈر: ہاں ہاں لکھ لو۔ مقدس کتابوں میں اتنی سی تحریف سے کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ بعض جگہ کاتبوں کے سہو سے عبارتیں مختلف ہو گئی ہیں۔

حکیم صاحب: بعض کے نزدیک تو عبارت کا اختلاف ایک لاکھ یا پچاس ہزار یا تیس ہزار دفعہ ہوا ہے۔ آپ کے نزدیک ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔

پادری فرنچ: تحقیقی بات یہ ہے کہ اختلافات چالیس ہزار دفعہ واقع ہوئے ہیں۔

پادری فنڈر: لیکن کتب مقدسہ میں اتنی سی تحریف سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مسلمانوں میں سے ہی دو ایک آدمی انصاف کریں (مفتی ریاض الدین کی طرف دیکھ کر) آپ ہی انصاف کریں۔

مفتی صاحب: اگر کسی وثیقہ میں ایک دفعہ جعل ثابت ہو جائے تو وثیقہ ہی ناقابل اعتماد ہو جاتا ہے اور آپ خود ہی اقرار کر چکے ہیں کہ سات آٹھ جگہ اس میں تحریف ہو چکی ہے۔ اس بارہ میں آپ مسٹر مستعد ہی سے پوچھ لیجئے (وہ تو کچھ نہ بولے)۔۔ عبارت کا اختلاف تو آپ کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ کیا آپ جزم کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ ان دو میں سے کون سی عبارت کلام اللہ ہے اور کون سی نہیں؟

پادری فنڈر: ہم یہ تو نہیں بتا سکتے۔

مفتی صاحب: اہل اسلام کا یہی تو دعویٰ ہے کہ مستعمل کتب عہد عتیق و جدید ساری کی ساری کلام اللہ نہیں ہے۔ آپ اس کا خود اقرار کر رہے ہیں۔

پادری فنڈر: مقررہ وقت سے آدھ گھنٹہ اوپر ہو چکا ہے۔

مولانا: سات آٹھ جگہ تحریف کا تو آپ خود اقرار کر چکے ہیں۔ ہم انشاء اللہ مسیحی علماء کے اقرار کے مطابق پچاس ساٹھ جگہ تحریف ثابت کریں گے۔

مناظرے میں تو اس کا موقع نہ ملا، لیکن اپنی کتاب ازالۃ الشکوک میں مولانا نے ساتھ ستر مقامات کی نشاندہی کی۔ اسی طرح اظہار میں ایک سو مقامات پر تحریف ثابت کی۔ تحریف پر ان کی کتاب اعجاز عیسوی ہے۔ اس موضوع پر ان کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

مناظرہ ختم ہو گیا۔ بعد میں خطوں کے ذریعے انہی باتوں کی تکرار ہوتی رہی۔ مولانا کے منہ آنا پادری فنڈر کے بس کا روگ نہیں تھا۔ جو آگ اس نے بھڑکائی تھی اس کی تپش میں خود جلنے لگا تو ہندوستان سے بھاگ گیا۔ تمام ہندوستان کو بپتسمہ دینے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ ہندو اور مسلمان یکساں طور پر انگریزوں کا جوا اپنی گردن سے اتارنے پر تل گئے حاجی امداد اللہ نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ مولانا نانوتوی رشید احمد گنگوہی، مولانا ضامن، رحمت اللہ کیرانوی اور دیگر اجل علماء آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جنگ ہوئی حضرت ضامن تو شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی ملک ہی میں رہے۔ حاجی صاحب اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی جلاوطن ہو گئے۔ دونوں نے حرم میں پناہ لی۔ حاجی صاحب تو حرم کعبہ میں انفرادی طور پر درس دیتے رہے اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے حرم کعبہ کے پاس ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ اپنے اپنے رنگ میں دونوں کا فیض جاری تھا۔

قدرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے ایک کام اور بھی لینا چاہتی تھی۔ پادری فنڈر کی بدقسمتی کہ وہ سلطان ترکی کے دربار میں جا پہنچا۔ انگریزی حکومت کی وساطت سے اس کا شہرہ بہت تھا۔ ترکی کے علماء کو دعوت مناظرہ دے بیٹھا۔ سلطان ترکی نے فیصلہ کن مناظرہ منعقد کرنے کے لئے مقامی علماء کے علاوہ حرمین الشریفین کے علماء کو بھی دعوت دی۔ انہی علماء میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی بھی تھے۔

مناظرہ شروع ہوا۔ پادری فنڈر نے اثبات مذہب عیسوی کے لئے تقریر کی۔ تقریر کافی مدلل تھی۔ تقریر کے اختتام پر مولانا کیرانوی نے اس سے ایک سوال کیا۔ سوال کی ندرت تھی یا آواز مانوس تھی — بہرحال جواب دینے کی بجائے پادری کی متجسس نگاہیں مجمع میں اس شخص کو تلاش کر رہی تھیں جس نے یہ سوال کیا تھا۔ مولانا اٹھ کھڑے ہوئے۔ پادری نے غور سے دیکھا۔ آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ پوچھا تم وہی ہندی تو نہیں ہو جس سے جان چھڑا کر میں یہاں آیا ہوں۔ مولانا نے فرمایا ہاں۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ پادری کے ترکش میں کوئی ایسا تیر نہ تھا جو وہ مولانا پر آزماتا خدائے قدوس نے مولانا کو فتح عطا فرمائی۔

سلطان نے انعامات سے نوازنے کی کوشش کی، مولانا نے قلندرانہ استغناء سے کام لیتے ہوئے حرم کی طرف واپس کوچ کر دیا (تفصیل کے لئے دیکھیں کتاب آثار رحمت)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کوششوں سے حرم مکہ میں دینی تعلیم کی دیرینہ کمی پوری ہو گئی — مدرسہ صولتیہ کی برکات کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی دل کامل نے اس کا مونوگرام

"فانظر الیٰ آثار رحمت"

تجویز کیا جو اب بھی مدرسہ کی پیشانی پر لکھا نظر آتا ہے۔ مدرسہ کے لئے یہ بھی فضیلت کا مقام ہے کہ مسجد حرام کی توسیع کے دوران پرانی عمارتی لکڑی کو اس مدرسہ کی تعمیر میں استعمال کیا گیا۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ کو خالق حقیقی سے جا ملے اور ان کے بعد ان کے فرزند محمد سعید مدرسہ کے ناظم و متولی بنے۔ اور ۱۳۴۷ھ تک اس مدرسہ کی خدمت کرتے رہے ان کا انتقال کیرانہ میں ۱۳۵۷ھ ذیقعد کو ہوا۔

اپنے والد ماجد کی ۱۳۴۷ھ کی ہجرت کے بعد سے مولانا محمد سلیم مدرسہ صولتیہ کے متولی ہیں۔ مدرسہ کو اپنے اسلاف کی نہج پر چلایا۔ اس مدرسہ کے نصاب میں وہ گرانقدر تبدیلیاں کیں کہ اس مدرسہ کا فارغ التحصیل طالب علم تمام بلاد اسلامیہ کے تعلیمی

اداروں میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اب سے چالیس سال قبل یہ اقدام ایسا تھا کہ جس نے علمی دنیا میں مدرسۂ صولتیہ کے نام کو بیحد وقار بخشا اور اطرافِ عالم سے طلبارِ علم کی جماعتیں داخلے کے سلئے آنے لگیں۔

مدرسہ صولتیہ صرف درس و تدریس کا ہی مرکز نہیں ہے بلکہ ابتدا ہی سے یہ زائرین حرم کی مختلف النوع خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جو بانی مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے شروع کیا تھا۔ مولانا محمد سعید (والد مولانا سلیم صاحب) نے اس کو جاری رکھا۔ مولانا محمد سلیم نے اس کو مزید ترقی دی۔ ہر سال سینکڑوں حجاج کی امانتوں اور رقوم کی حفاظت کا انتظام مولانا محمد سلیم صاحب کی انتظامی قابلیت کا بیّن ثبوت ہے۔ مناسک حج ادا کرنے والے حجاج کے سلئے ہزاروں کی تعداد میں کتابچے اس مدرسہ کی زیرِ نگرانی شائع ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں مولانا کے قلم سے آٹھ درسی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

مدرسہ صولتیہ کو یہ امتیازی حیثیت بھی حاصل ہے کہ تعلیم نسواں کی ابتدا بھی یہاں ہوئی۔ اسی مدرسہ کے تحت مدرسۃ البنات ۱۳۶۵ھ میں جاری ہوا۔ لیکن جب حکومت سعودیہ نے بھی لڑکیوں کے مدارس کھولے تو ۱۳۸۲ھ میں اس مدرسہ کو بند کر دیا گیا۔ اس وقت اس مدرسہ میں زیرِ تعلیم طالبات کی تعداد ۲۴۲ تھی۔

مولانا سلیم نے ۱۳۶۴ھ میں ایک ہسپتال قائم کیا جو مدرسہ کے طالب علموں کے علاوہ دیگر مہاجرین اور حجاج کرام کی طبی ضروریات پوری کرتا ہے۔

دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کو صنعت و حرفت سکھانے کے لئے مولانا محمد سلیم نے ایک وسیع اور جامع ورکشاپ بھی بنوائی جس میں طلبہ مختلف علم و ہنر سیکھتے ہیں۔

مولانا مرحوم اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک دردمند دل رکھتے تھے۔ جہاں کہیں مسلمانوں کے ابتلا کی خبر آئی مولانا نے ختمِ قرآن اور سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کرا دی۔ حرم کعبہ میں جا کر نہایت خشوع و خضوع سے دعائیں مانگتے۔ تبلیغی جماعت سے خصوصی لگاؤ تھا۔ تبلیغی اجتماعات اور جماعتوں کا نظم معلوم کرتے یا تذکرہ سنتے تو پھر ان کے قلبی اور روحانی سوز و درد اور طویل دعاؤں کی انتہا نہ رہتی۔ فرداً فرداً رجالِ تبلیغ کے نام لے لے کر ان کے لئے دعائیں کرتے۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ دنیا میں کسی جگہ بھی کسی اہم تبلیغی جماعت کی تاریخ کا علم ہوا تو خاص اسی دن مدرسہ میں اجتماع کی کامیابی اور حفاظت کے لئے ختمِ قرآن اور سورۃ یٰسین کی تلاوت کا نظم فرمایا۔ مدرسہ صولتیہ خود بھی بفضلِ ایزدی تبلیغی خدمت و عمل کا مرکز رہا ہے۔

مولانا کی ساری زندگی تعلیم و تعلّم میں گزری۔ ۱۳۲۲ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ میں اپنے والد محترم مولانا محمد سعید سے اردو اور فارسی پڑھی۔ شیخ عبداللہ قاری سے قرآن کریم حفظ کیا اور فنِ تجوید پڑھا۔ ان کے علاوہ متعدد عرب و عجم کے اساتذہ سے مختلف علوم و فنون پڑھے۔ ۱۳۴۲ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۴۶ھ میں مدرسہ میں باقاعدہ طور پر کتابیں پڑھاتے رہے۔ فقہ۔ ادب۔ شعر۔ منطق۔ فلسفۂ اسلامیہ میں بڑے بڑے اساتذہ آپ کی مہارت کے معترف تھے۔ مولانا بیک وقت مایۂ ناز عالم، ادیب اور شاعر تھے۔ افسوس ہے کہ دنیائے اسلام کا یہ درخشندہ ستارہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ کو غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مدرسہ صولتیہ اور حرم مکی میں آپ کا جنازہ ہزاروں علماء اور طلباء نے پڑھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خیرکم من طال عمرہٗ وحسن عملہٗ (تم میں بہترین وہ ہے جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے عمل بھی اچھے ہوئے)۔ مولانا مرحوم کی زندگی اس حدیث کا مصداق تھی۔

جذبۂ ایمان

"گھبراؤ نہیں دروازہ کھول دو۔ عمر کو اندر آنے دو۔ اگر اس کے ارادے ٹھیک ہیں تو خیر۔ ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ نے جواب دیا۔

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عمر کی آمد کا پتہ چلا تو فرمایا:

"عمرؓ کا راستہ نہ روکو۔ اس کو اندر آنے دو۔"

حضرت عمرؓ کے دروازے میں قدم رکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور زور سے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا:

"کہو عمر کیسے آنا ہوا۔"

"اے اللہ کے سچے نبی! اسلام قبول کرنے آپ کی رسالت اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے حاضر ہوا ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے سر جھکا کر کانپتے ہوئے ہونٹوں اور لرزتی ہوئی زبان سے جواب دیا، اور ساتھ ہی بلند آواز سے کلمۂ شہادت اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد ان محمد رسول اللّٰہ پڑھا۔ حضرت عمرؓ کا کلمۂ شہادت پڑھ کر داخلِ اسلام ہونے کا اعلان کرنا تھا کہ فضا پُر زور نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی اور مکہ کے در و دیوار نعرہ ہائے تکبیر کی آواز سے وجد میں آ گئے۔

لیکن سوچنا چاہیئے کہ عرب کا یہ شہ زور اور نامی گرامی بہادر کس کی استقامت کس کی دلیری و جرأت، کس کے جذبۂ ایمانی اور کس کے ولولۂ اسلام سے متاثر ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہوا۔

اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ یہ انقلابِ روحانی فاطمہؓ کے جادۂ حق پر قائم رہنے اور عمرؓ کی مار پیٹ کے سامنے کوہِ استقامت ثابت ہونے کی بنا پر رونما ہوا جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کی داستانِ جرأت و دلیری کو رقم کیا اور آئندہ آنے والی مسلمان خواتین کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہوئے دنیا والوں پر ثابت کر دیا کہ ؎

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان ماؤں اور بہنوں کو بھی حضرت فاطمہؓ جیسی جرأت ایمانی اور استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ

اُولٰئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ

انوارِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ

یہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کا لقب "امین الامۃ" تھا۔ یہ لقب آپ کو دربارِ رسالت سے ملا تھا۔ آپ انتہائی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت عیاض بن غنم کو حمص کا گشنر بنا کر بھیجا۔ بعد میں ان کی وفات ہو گئی۔ یہ خلافتِ فاروقی کا زمانہ تھا حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ جس کو امین الامت نے کسی منصب سے سرفراز کیا ہو ہم اس کو اس سے معزول نہیں کریں گے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ خلافتِ فاروقی میں ۱۸ھ کو طاعون کی وجہ سے عمواس (بیت المقدس کے قریب ایک بستی) میں اٹھاون برس کی عمر پا کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

انہیں طبعاً بت پرستی سے نفرت تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوہے اور پتھر کے خود تراشیدہ بت اور مجسمے نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات اہلِ کتاب کے ایک بہت بڑے عالم سے ہوئی میں نے ان سے پوچھا کہ موجودہ دینوں میں سب سے اچھا دین کونسا ہے۔ اس عالم نے کہا

ایک نبی کے پیدا ہونے کا زمانہ بہت قریب ہے اور یہ آخری نبی ہوں گے۔ وہ نبی جو دین پیش کریں گے وہ دنیا بھر کے ادیان سے بہتر اور سچا ہو گا۔ اب ان کے ظہور کا وقت بہت قریب ہے۔

عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اس نبی آخرالزماں کے ظہور کا منتظر اور متلاشی رہا۔ میری بستی میں جو آدمی بھی مکہ سے آتا میں اس سے دریافت کرتا کہ کوئی نئے نبی مبعوث ہوئے ہیں یا نہیں۔ اسی جستجو میں کچھ عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ عبد المطلب کے خاندان میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ قوم قریش کو شرک اور بت پرستی سے منع کرتا ہے۔ یہ سن کر میں فوراً مکہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل سوالات کئے

عمرو بن عبسہ: آپ کون ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: میں محمد بن عبداللہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی ہوں۔

عمرو بن عبسہ: نبی کون ہوتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہنمائی کے لئے منتخب فرمائیں۔

عمرو بن عبسہ: آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت و اصلاح کا کیا پیغام لائے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ:

۱۔ شرک اور بت پرستی کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔

۲۔ ہر قسم کی عبادت اور بندگی کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات والاصفات ہے۔

۳۔ قتل اور خون ریزی کو بند کر کے دنیا میں امن و اخوت سے زندگی بسر کی جائے۔

۴۔ برادری اور خاندان میں قطع رحمی کے بجائے صلہ رحمی کو فروغ دیا جائے۔

عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ زریں اصول سن کر میں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور پھر عرض کیا کہ حضرت کیا اب میں یہیں قیام پذیر رہوں یا گھر واپس چلا جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب گھر چلے جاؤ اور پھر جب میرے غلبے کی خبر سنو تو میرے پاس پہنچ جانا۔

چنانچہ عمرو بن عبسہ اس ہدایت کی روشنی میں گھر روانہ ہو گئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ عالیہ کی طرف ہجرت کی خبر پہنچی تو حضرت عمرو بن عبسہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ پُر انوار میں حاضر ہو گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے خلافتِ عثمانی میں وفات پائی۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

یہ غلام تھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید فرما کر آزاد فرما دیا تھا۔ حضرت عامر بن فہیرہ نے بہت جلدی اسلام قبول کر لیا تھا۔

باقی صہ پر

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے غارِ ثور میں قیام فرما ہوئے تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبرؓ کا ریوڑ وہاں لے جا کر دودھ پیش کرتے رہتے تھے۔ تین دن تک یہی خدمت انجام دیتے رہے۔ جنگ بدر میں بھی شریک ہو کر سعادت ابدی حاصل فرمائی

حضرت عامرؓ کی شہادت

جب بئر معونہ کے علاقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت روانہ فرمائی تو حضرت عامر بھی ان میں شریک کر دئے گئے۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ اسی موقع پر چالیس برس کی عمر پا کر عامر بن طفیل کے ہاتھوں ۴ھ میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے وقت نور کی ایک لمبی شعاع بلند ہوئی اور آسمان تک پہنچی۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ کی میت کو شہداء کرام کی لاشوں میں تلاش کیا گیا لیکن انتہائی تلاش کے باوجود ان کا جسم مبارک نہ مل سکا گویا فرشتے اٹھا کر آسمان پر لے گئے اور ان کا قاتل عامر بن طفیل ان کی شہادت کا عجیب حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر فوراً مشرف باسلام ہو گیا۔ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہؓ کی میت کے متعلق دریافت فرمایا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کی میت کو فرشتے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے اور فرشتوں ہی نے ان کے غسل وغیرہ کا انتظام کیا۔

حضرت عمرو بن قرہ

حضرت صفوان بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ عمرو بن قرہ دربار میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ مجھے تو دف اور قوالی کے ذریعے سے ہی رزق ملتا ہے اس لئے مجھے ان امور کی اجازت ہونی چاہیئے! کیونکہ یہی میرے معاش کا ذریعہ ہے اور میں عہد کرتا ہوں کہ راگ قوالی میں فحش بیانی اور بےحیائی کا مضمون قطعاً استعمال نہ کروں گا۔

یہ سن کر جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اپنے معاش کے لئے کوئی اور باعزت ذریعہ تلاش کرو! یقین کرو کہ جائز اور پسندیدہ ذریعہ سے رزق حلال تلاش کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کی رحمت نیکوکار اور سچائی پسند تاجروں کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ۔ میری نظر میں

کفایت اللہ
مجاہد آباد کراچی

پاکستان کے ممتاز عالم دین، سحر البیان خطیب، مفتی اعظم اعلیٰ پارلیمانی روایات کے امین جرأت مند سیاستدان اور جمہوریت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے والے مفکر اسلام و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ زندگی کی ۶۱ ویں بہار دیکھتے دیکھتے مالک حقیقی کو پیارے ہو گئے اور چودھویں صدی کے آخری حج کی سعادت حاصل کرنے کی آرزو لئے دل میں لئے اس جہان فانی سے اُس عالم جاودانی کے لئے روانہ ہو گئے جو ہر ذی روح کی آخری اور ابدی منزل ہے۔ مولانا مفتی محمودؒ پہلودار شخصیت کے مالک تھے لیکن آپ کی گوناگوں خصوصیات کے ساتھ ساتھ طبیعت کے ٹھہراؤ مزاج کے نکھار، گفتگو کی سحر انگیزی اور دلآویزی کی بنا پر بھی انہیں اہل وطن میں غیر معمولی مقبولیت حاصل تھی۔ مولانا مفتی محمودؒ نے جنوبی ایشیا کی سیاست میں بھرپور کردار ادا کیا، لیکن ان کے سیاسی سفر کا آغاز کم سنی ہی کے عالم میں ہوا اور انہوں نے جس وقت جمعیۃ علمائے ہند کی رکنیت اختیار کی تو ان کی عمر صرف بائیس برس تھی، لیکن اس کے باوجود وہ بہت جلد ملک کے دینی اور سیاسی حلقوں میں جانے پہچانے لگے۔ مولانا مفتی محمودؒ کی سیاست ایک مرد قلندر اور ایک مرد مسلمان کی سیاست تھی۔ وہ سیاست کو کوئلہ کی دلالی نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ بلوچستان کی منتخب حکومت کے خاتمے سے ملک میں جمہوری اقدار کو فنا کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں تو انہوں نے از خود سرحد کی وزارت عظمیٰ پر لات مار دی۔ اگر وہ چاہتے تو یہ منصب جس کے لئے ہمارے ہاں لوگ دین و ایمان تک کا سودا کر لیتے ہیں ان کے پاس رہ سکتا تھا، لیکن انہوں نے نہ اس وقت منصب و اقتدار کے لئے اپنے اصولوں کا سودا کیا اور نہ ہی اس کے بعد بھی کبھی شخصی منفعت کے لئے اپنے مؤقف میں تبدیلی پر تیار ہوئے۔ مولانا مفتی محمودؒ ایک عظیم انسان تھے اور جب ہم انہیں ایک عالم دین ایک فقیہ۔ ایک مدبر ایک سیاستدان ایک پارلیمنٹیرین ایک جمہوریت نواز کے روپ میں دیکھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں بیک وقت یہ خصوصیات حاصل کر کے کمال کا مظاہرہ کیا ہے۔ بعض لوگ اپنے عہدوں اور اعزازات سے پہچانے جاتے ہیں، مگر مولانا مفتی محمودؒ کا معاملہ ان جیسے افراد سے بالکل مختلف تھا۔ ان کا تو یہ عالم تھا کہ جب وہ کسی اعزاز منصب اور عہدے کو نوازتے تھے تو اس سے ان کی شخصیت تو کیا بلند ہوتی خود ان سے وابستہ اعزازات، مناصب اور عہدے ہی کچھ اور زیادہ وقیع اور قد آور بن جاتے تھے اور یہ جلوہ تھا ان کے خلوص، جرأت کامل اور حرارت ایمان کا۔

مولانا مفتی محمودؒ نے ثابت کر دیا کہ ایک عالم دین ملکی نظم و نسق کو بخوبی سنبھال سکتا ہے اور اس بات کو رد کر دیا کہ چٹائی پر بیٹھنے والا فقیر حکمرانی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اپنے ساڑھے نو مہینے کے دور اقتدار میں ثابت کر دیا کہ ایک قرآن و حدیث کا عالم ہی ملکی نظام کو صحیح معنوں میں چلا سکتا ہے۔ مولانا مفتی محمودؒ کا دور وزارت گو مختصر تھا لیکن اس دوران بھی انہوں نے عظیم کارنامے سر انجام دیے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق۔

شہر شہر سے — مرتب: قمر ہاشمی

مولانا مفتی محمودؒ نے چٹائی پر بیٹھ کر حکمرانی کی، اسلامی قدروں کو روشن کر دیا ۔ نوابزادہ نصر اللہ خان

مولانا مفتی محمودؒ کی وفات سے میرا گلشن اجڑ گیا ۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی

میرے والد کی تعزیت ہم سب کا مشترکہ درد ہے ۔ مولانا فضل الرحمن

جامع مسجد غلام محمد آباد کالونی فیصل آباد کے تعزیتی اجلاس میں مولانا مفتی محمودؒ کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

قائدِ اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کے دورہ پر تھے ۔ آپ اپنے تاریخی دورہ سے فیصل آباد واپس تشریف لائے تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے صدمے سے بے حد نڈھال اور شکستہ خاطر تھے۔ آپ نے اپنے پہلے خطبہ جمعہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ایک دردناک خطبہ دیا، جس سے پورا ماحول سوگوار ہو گیا ۔

آپ فیصل آباد پہنچنے کے فوراً بعد صاحبزادہ مولانا فضل الرحمن سے تعزیت کے لئے عبد الخیل ڈیرہ اسمٰعیل خان روانہ ہو گئے ۔ ابھی تک فیصل آباد میں حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ کا تعزیتی جلسہ نہیں ہوا تھا ۔ مولانا عبد الخیل سے واپس تشریف لائے تو آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کے تعزیتی اجلاس کا اعلان فرما دیا جس سے پورے شہر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ اس طرح پھر سے حضرت مفتی صاحبؒ کے تعزیتی اجلاسوں میں مفتی صاحبؒ کے لئے دعاؤں اور تعزیت کا موقع میسر آگیا۔

۱۹ دسمبر جمعہ کا اجتماع ایک سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا انسانوں کا ہجوم تھا ۔ جونہی مخدوم زادہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب تشریف لائے، فضا نعرہ ہائے تکبیر اور مفتی محمود زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی ۔ ابتدائی تقریر جناب اکرام القادری صاحب ایڈیٹر ترجمان اسلام نے فرمائی ۔ آپ نے نہایت جامعیت سے مفتی محمود کو خراجِ تحسین پیش کیا اور مولانا مفتی محمود کو علمائے حق کے قافلے کا سپہ سالار قرار دیتے ہوئے ان کی ملی اور دینی خدمات پر جامع تبصرہ فرمایا۔

ان کے بعد مولانا احسان اللہ فاروقی نے مولانا مفتی محمود کی وفات کو ملتِ اسلامیہ کا عظیم نقصان قرار دیتے ہوئے ان کے دینی اور ملی مشن کو زندہ رکھنے کا عہد جدید کیا۔

ان کے بعد خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی نے گلوگیر آواز میں مولانا فضل الرحمن کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے برادرِ عزیز مفتی صاحبؒ کی وفات سے صرف آپ ہی نہیں بلکہ میں اور میرے ہزاروں رفقاء بھی یتیم ہو گئے ہیں ۔ میرا گلشن ہی اجڑ گیا ہے ۔ اور مجھے دور دور تک روشنی کی کوئی کرن نہیں دکھائی دے رہی ۔ آج میں آپ کو اور برادرِ عزیز صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ مفتی صاحب اسلامی اور دینی قدروں کو بلند و بالا رکھنے کے لئے جو جہاد فرما رہے تھے میرے رفقاء کراچی سے پشاور تک اسی جذبۂ جہاد کو انشاء اللہ زندہ رکھیں گے ۔ میں الفاظ کے بجائے آپ کو افراد کا سپاسنامہ پیش کرتا ہوں ۔ ایسے افراد جو بہادر

مولانا مفتی محمودؒ کی وفات ملتِ اسلامیہ کا عظیم سانحہ ہے
—— مولانا احسان اللہ فاروقی

مولانا مفتی محمودؒ علماء کے لئے روشنی کا مینار تھے
—— اکرام القادری

بھی ہیں اور غیور بھی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے علماء کرام کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اب آپ پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ آپ نے حضرت مفتی صاحب کے اسلامی اور دینی مشن کو آگے بڑھانا ہے۔

مفتی صاحب کی وفات سے صرف میں ہی تعزیت کا مستحق نہیں ہوں' بلکہ یہ ہم سب کا مشترکہ درد ہے۔ اسی لئے میں خود آپ حضرات کی خدمت میں تعزیت کرنے آیا ہوں۔"

مولانا فضل الرحمٰن کی تقریر مفتی صاحب مرحوم کے لب و لہجہ کی یاد تازہ کر رہی تھی اور اکثر آنکھیں اشکبار تھیں۔ فضا میں بار بار مفتی محمود زندہ باد کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے بعد مولانا مفتی محمود کے رفیق نوابزادہ نصر اللہ خان نے ایک درد میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی۔ آپ نے مفتی صاحب کی دینی، ملی، ملکی اور دیگر تاریخی خدمات پر ایک جامع تقریر فرمائی جس سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ مفتی محمود رح کی وفات سے نوابزادہ صاحب کو دلی صدمہ پہنچا ہے۔

آپ کی تقریر کے بعد حضرت مفتی صاحب کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ اور مولانا محمد ضیاء القاسمی نے اپنے معزز مہمانوں کو نہایت اعزاز و احترام سے لاہور روانہ کیا۔ فیصل آباد کے مسلمانوں نے خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی کو اس تعزیتی اجتماع کے انعقاد پر محبت و خلوص کا نذرانہ پیش کیا اور یوں یہ تعزیتی اجتماع پورے شہر میں مفتی محمود زندہ باد کی صدائیں بلند کر گیا۔

فیصل آباد میں مولانا فضل الرحمٰن کے اعزاز میں عشائیہ

صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن امام اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود کے تعزیتی اجتماع میں مولانا محمد ضیاء القاسمی کی دعوت پر فیصل آباد تشریف لائے تو مولانا محمد ضیاء القاسمی نے ان کے اعزاز میں ایک دعوت عشائیہ دی جس میں شہر کے علماء، خطباء، وکلاء، تاجران، نظام العلماء، ختم نبوت، تنظیم اہلسنت، تبلیغی جماعت کے معزز حضرات نے شرکت فرمائی۔ عشائیہ کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے مختلف وفود نے ملاقات فرمائی اور رات گئے تک دینی اور اسلامی مسائل پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔

مسجد نبوی مدینہ منورہ میں حضرت مفتی صاحب کے لئے قرآن خوانی

مفتی اعظم کی رحلت نے صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کو ہلا دیا اور ہر جگہ غم و افسوس کا اظہار کیا گیا۔ مدینہ منورہ میں بھی اس خبر نے کہرام مچا دیا۔ حج کے بالکل قریبی دن تھے۔ عرفات اور منیٰ کے مناسک حجاج و عوام کا موضوع سخن تھے کہ اچانک مفتی اعظم کے انتقال کی خبر سنائی دی۔ پھر تو ہر طرف افسوس ہونے لگا۔ اب پاکستانی جب ملنے لگے تو ایک دوسرے کو تعزیت و تسلی دینا ان کے ہونٹوں پر ہوتا اور بار بار کہتے کہ مفتی صاحب کی رحلت سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پر نہیں ہو سکے گا۔ عزم و ہمت کا یہ پیکر انسان لاکھوں انسانوں کی امیدوں کا مرکز تھا۔ الجزائری ہوں یا تیونسی، لیبیا کے رہنے والے ہوں یا سعودی عرب کے، سب ان پر فخر کرتے تھے۔ اسلامی نظام کے لئے ان کی کاوشوں کو سراہتے تھے۔

مسجد نبوی میں مفتی اعظم کے لئے ۲۵ ۱۲/۱۴۰۰ کو قرآن خوانی ہوئی اور ان کے اعلیٰ درجات کے لئے دعائیں ہوئیں۔ مدینہ منورہ کے تمام احباب ان کے غم میں سوگوار ہیں اور ان کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ سوگوار حضرات کے خاص خاص نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حافظ محمد بشیر، موسیٰ محمد صدیق و محمد سلیمان
۲۔ احمد خان قریشی کلیہ الشریعہ اسلامک یونیورسٹی
۳۔ محمد اسماعیل
۴۔ قاری محمد طاہر مدنی
۵۔ محمد جمیل مدنی
۶۔ سید محمد فاضل شاہ مدرسہ تحفیظ القرآن
۷۔ قاری محمد عبداللہ
۸۔ قاری احمد اللہ
۹۔ محمد بخش صاحب
۱۰۔ محمد حسن صاحب
۱۱۔ شاہ محمد صاحب
۱۲۔ بشیر احمد
۱۳۔ نور محمد
۱۴۔ حاجی عبداللطیف موسیٰ مسعود غلام
۱۵۔ ڈاکٹر محمد ایوب کنگ ہسپتال
۱۶۔ محمد سعید صاحب
۱۷۔ مولوی محمد رفیق صاحب
۱۸۔ محمد اقبال چوہان
۱۹۔ وغیرہ وغیرہ

حافظ محمد بشیر مدینہ منورہ

مجلس شوریٰ صوبہ سندھ کا اجلاس

گذشتہ دنوں نظام العلماء صوبہ سندھ کا اجلاس صوبائی صدر حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی کی صدارت میں جامعہ ربانیہ ناظم آباد کراچی میں ہوا۔ مولانا امروٹی نے ارکان شوریٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا مشن اس ملک میں خلافت راشدہ کا قیام عمل میں لانا ہے اور نظام العلماء اس مقصد کے لئے کام کر رہی ہے۔ انہوں نے ارکان شوریٰ کو تلقین کی کہ وہ عہد کریں کہ ہم اس مقدس مشن کی تکمیل کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

اجلاس میں درج ذیل قراردادیں پاس کی گئیں

قراردادیں: پیش کردہ اجلاس

مجلس شوریٰ نظام العلماء صوبہ سندھ منعقدہ جامعہ ربانیہ ناظم آباد کراچی۔

نظام العلماء صوبہ سندھ کا اجلاس مفکر اسلام بطل حریت داعی تحریک اسلامی حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی بیش بہا اور عدیم النظیر دینی و ملی خدمات جلیلہ کے پیش نظر ان کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کرتا ہے اور باری تعالےٰ کے حضور صدق دل کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ وہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کے درجات بلند فرمائے اور قوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

اس موقعہ پر ہم عہد کرتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشن اور مقصد (نظام العلماء) کی تکمیل کے لئے تادم آخر جد وجہد کرتے رہیں گے۔

۲۔ نظام العلماء صوبہ سندھ کا یہ اجلاس مدرسہ انوار العلوم جو پلاٹ ST.2 بلاک نمبر ۱۰ فیڈرل بی ایریا کراچی میں واقع ہے اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی سرکردگی میں اپنے قرب و جوار میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مدرسہ کی روز افزوں بڑھتی ہوئی اہمیت اور طلبہ کی کثرت کے پیش نظر اس کے رقبہ میں اضافہ ناگزیر ہے جو مدرسہ سے ملحق جگہ استعمال کر کے پیدا ہو سکتا ہے، لیکن مقامی انتظامیہ مدرسہ سے ملحق پلاٹ پر ایک پولیس اسٹیشن قائم کرنا چاہتی ہے جو علاقہ کی دینی ضروریات کا گلا گھونٹنے کے مترادف ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ انتظامیہ اپنا فیصلہ واپس لے کر وہ پلاٹ مدرسہ کو دے کر اہالیان فیڈرل بی ایریا کی دینی ضروریات کا احترام کرے۔

اظہارِ تعزیت

گذشتہ دنوں انجمن ملک آٹا چکی اونرز ایسوسی ایشن فیصل آباد کا اجلاس زیر صدارت مرزا محمد اسماعیل منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی اچانک وفات پر چوہدری خادم حسین، مرزا محمد شریف۔ مرزا محمد سردار، مرزا محمد اسحٰق، پرویز حسین، عبدالستار، مرزا محمد منشی محمد دین اور دیگر اراکین نے نہایت گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ قرار دیا۔ مولانا مرحوم کی اعلیٰ صفات اور مدبر سیاستدان جلیل القدر عالم دین ہونے کو سراہا گیا۔

آخر میں مولانا مرحوم کے لیے دعا مغفرت کی گئی کہ رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ثم آمین۔

کل من علیہا فان

مجلس تحفظ حقوق اہلسنت جلال پور پیر والہ کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت حاجی نثار احمد قریشی منعقد ہوا۔ اجلاس میں عبدالرحمٰن جامی النقشبندی، حسن معاویہ، حبیب الرحمٰن قادری، مولوی محمد صادق صدیقی، قاری عبدالرحیم فاروقی النقشبندی و دیگر اراکین نے ایک مشترکہ بیان میں حضرت مولانا الحاج الحافظ غلام یٰسین صاحب علوی اور مولانا عبدالغنی صاحب خطیب مسجد بخاری کی اچانک وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالےٰ مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے پسماندگان متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین بالخصوص مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی، مولانا محمد رمضان صاحب سے تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔

قرآن خوانی اور تعزیت

مرکزی جامع مسجد مدرسہ معاون الاسلام کوٹ شاکر ضلع جھنگ میں مفتی اعظم قائد اسلامی انقلاب کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی گئی۔ اس کے بعد جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا قاری محمد حیات تونسوی صاحب نے حضرت مفتی صاحبؒ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام ایک عظیم سیاستدان سے محروم ہو گیا ہے۔ مفتی صاحبؒ کی موت پر اپنے تو اپنے بیگانوں نے افسوس کے آنسو بہائے لوگوں کی موت پر آنکھیں روتی ہیں حضرت والا کی موت پر دل روئے۔

آخر میں دعا کی گئی کہ اللہ تعالےٰ ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرما دے

ھنگو میں وزیرستانی
طلباء کی تنظیم کا قیام

تنظیم کے عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں:

جہاد کے سپہ سالار	مولوی مولیٰ جان
صدر	محمد زمان
نائب صدر	نیک شیل
ناظم اعلیٰ	محمد سردار
نائب ناظم	گلاب
خزانچی	حاکم گل
ناظم نشر و اشاعت	محمد قاسم منتظر
معاون	عبدالسلام

مجلس کے شوریٰ کے ارکان

مانده خان۔ شاہ دل خان۔ غوث الدین شیر نواز۔ نصیب خان۔ محمد مبارک شیر زمان۔ اصل دین۔ عبدالحکیم

آخر میں مولانا مفتی محمود مرحوم کے حق میں دعا کی گئی۔

مسرت کا اظہار

گذشتہ دنوں مولانا محمد حسین ہزاروی سربراہ جماعت مبلغین توحید سنت پاکستان نے ایک ہنگامی اجلاس میں اس امر پر مسرت کا اظہار کیا ہے کہ افغانستان میں جماعت مبلغین کے اراکین جہاد کر رہے ہیں اور تین عالم دین جو کمان سنبھالے ہوئے تھے شہادت کا جام نوش کر گئے۔ مولانا ہزاروی نے عالم اسلام کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ افغانستان میں لگی ہوئی آگ کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

محمد شفیق، لاہور

تنظیم اہل سنت والجماعۃ

تحصیل باغ کا اجلاس

تنظیم اہلسنت والجماعت تحصیل باغ کا ایک خصوصی اجلاس دارالعلوم تعلیم القرآن باغ میں ۲۴ دسمبر ۸۰ء کو مولانا حافظ محمد عبد اللہ صاحب صدر تنظیم کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں تنظیم اہلسنت والجماعت کے تنظیمی پروگرام پر غور وخوض ہوا اور تنظیم کی دستور سازی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو مولانا مفتی عبدالمتین صاحب، مولانا عبدالحی صاحب اور قاری عبدالخالق صاحب پر مشتمل ہے۔ اجلاس میں آزاد کشمیر کے سابق مفتی، جید عالم دین بیباک مقرر مولانا مفتی عبدالحمید قاسمی مرحوم حال فیصل آباد کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ مفکر اسلام مفتی محمود صاحب مرحوم کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ مرحوم قاسمی صاحب بھی داغ مفارقت دے گئے۔ مرحوم قاسمی صاحب کے لئے دارالعلوم تعلیم القرآن باغ میں قرآن خوانی اور دعائے مغفرت بھی کی گئی۔

موت العالِم موت العالَم

مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ قریہ علی مرادخان لاشاری تحصیل ٹھل ضلع جیکب آباد کے کارکنوں اور مولوی عبدالرشید لاشاری و حافظ امداد اللہ شاہ نے ایک مشترکہ بیان میں نامور عالم دین بزرگ سیاستدان حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب کی وفات سے پوری قوم یتیم ہوگئی ہے۔ مفتی صاحبؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا نہایت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے فرزند ارجمند مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ العالی کو نعم البدل بنائے اور پوری قوم کو مفتی صاحبؒ کے مشن کو کامیاب بنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحبؒ کو کروٹ کروٹ

پر جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

منجانب۔ العبد الاداہ
مولوی حبیب اللہ لاشاری
مدرسہ عربیہ ہذا

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی کا

۳۷ واں سالانہ

جلسہ

۲۷-۲۸-۲۹ مارچ ۱۹۸۱ء

بروز

جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار

کو ہو رہا ہے جس میں
ملک بھر کے مشاہیر علماء کرام اور مشائخ عظام شرکت کر رہے ہیں۔
احباب تواریخ نوٹ فرمالیں۔

محمد قاسم قاسمی
ناظم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم،
فقیر والی۔ ضلع بہاولنگر

سانحہ ارتحال

گزشتہ دنوں مدرسہ مظہر الحق ٹھل ضلع جیکب آباد کے مہتمم اور ممتاز عالم دین اور مبلغ اعظم حضرت مولانا مولوی خدابخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے پچھلے تیس سال سے تبلیغ کے ذریعہ جو خدمت دین کی ہے وہ سنہری حروف کے لکھنے کے قابل ہے۔ ان کی وفات سے شہر ٹھل میں صف ماتم بچھ گئی۔ وفات کے وقت سید احمد شاہ صاحب امیر نظام العلماء جیکب آباد اور دیگر اساتذہ وطلبہ موجود تھے۔ مولانا صاحب کا جنازہ تین دفعہ ہوا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ العالی نے جوان دنوں دورہ پر تھے نماز پڑھائی۔ بعد از نماز جمعہ جنازہ حضرت مولانا میر محمد صاحب خلیفہ حضرت لاہوری نے پڑھائی۔ آپ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ ان کے ساتھ جیلوں میں زندگی گزاری۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان کے مشن پر چلنے کی توفیق بخشے اور پسماندگان کو صبر کی سعادت نصیب کرے۔ آمین۔

موت العالِم موت العالَم

مجلس تحفظ حقوق اہلسنت جلالپور پیروالہ کا اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر رشید احمد یزدانی منعقد ہوا۔ اجلاس میں قاری محمد یعقوب نقشبندی۔ عبدالرحمٰن حاجی النقشبندی۔ حاجی نثار احمد قریشی حبیب الرحمٰن قادری۔ مولوی محمد صادق صاحب صدیقی نے ایک مشترکہ بیان میں استاذ العلماء مولانا غلام مصطفےٰ صاحب مدرس مدرسہ عربیہ خیر المدارس۔ شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مواقی دارالعلوم اکوڑہ خٹک کی اچانک وفات حسرت آیات کو ایک عظیم سانحہ والمیہ قرار دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اظہار افسوس

لوکانت الدنیا تدوم لواحد
لکان رسول اللہ فیہا مخلدا

آہ افسوس! کہ قائد جمعیت مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کا جب نام زبان پر آتا ہے تو بے ساختہ زبان سے آہ نکلتی ہے۔ مفتی صاحبؒ کی وفات صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین

عبدالرؤف سیکرٹری اطلاعات نظام العلماء
حلقہ دیبہ، و دیگر اساتذہ
مدرسہ دارالعلوم القاسمیہ رجسٹرڈ
غلام علی روڈ دیبہ کوئٹہ بلوچستان

طلباء کی ڈائری | محمد ادریس

تشکیلِ پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قربانیاں لازوال ہیں: ندیم اقبال اعوان

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی مرکزی تنظیمی کمیٹی کے سربراہ جناب ندیم اقبال اعوان نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ تشکیلِ پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی قربانیاں لازوال ہیں۔ انہوں نے تحریکِ پاکستان میں قائدانہ کردار ادا کیا اور پاکستان کا قیام ان کی قربانیوں کا مرہونِ منت ہے۔ انہوں نے پاکستان کے ذرائع ابلاغ کے کردار پر حیرت و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس عظیم راہنمائے ملت کے عظیم محسن کے بارے میں نئی نسل کو دُور رکھ کر ملک و ملت کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے۔

مرکزی قائد ندیم اقبال اعوانُ کا دورۂ سندھ

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے مرکزی قائد جناب ندیم اقبال اعوان صوبہ سندھ کے تفصیلی دورے پر روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کی تنظیمی کمیٹی کے رکن جناب میاں ریاض شاہد تھے۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر صوبائی کنوینر جناب خالد محمود ڈوڈو، جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کی تنظیمی کمیٹی کے سیکریٹری جناب عبدالخالق ندیم اور ضلع لاہور کی کنوینگ کمیٹی کے صدر حافظ محمود اشرف نے قائدین کو الوداع کہا۔ قائدین ۱۰ دسمبر کی صبح کو روہڑی ریلوے اسٹیشن پر پہنچے جہاں ضلع سکھر کے کنوینر فتح محمد قاسمی اور دیگر راہنما موجود تھے۔ قائدین سب سے پہلے میمن مسجد تشریف لے گئے۔ راستہ میں قائدین کے استقبال کے لئے آنے والے ساتھیوں نے جلوس کی شکل اختیار کرلی۔ جب قائدین میمن مسجد پہنچے تو جناب محمد اسلم وسیر کنوینر جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ سندھ، سید عبدالغفور شاہ سابق صدر جمعیۃ طلبہ اسلام سندھ، جناب اصغر علی شاہ گیلانی تنظیمی کمیٹی صوبہ سندھ کے رکن، جناب عبدالحق سومرو نے قائدین کا استقبال کیا۔ تھوڑی دیر بعد سابق وفاقی وزیر میر صبح صادق کھوسو، مولانا محمد مراد نائب امیر نظام العلماء، مولانا غلام قادر بجھوار، جمعیۃ طلبہ اسلام کی مرکزی تنظیمی کمیٹی کے رکن ڈاکٹر نذیر احمد بجھوار اور جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے سابق نائب صدر جناب نور احمد سندھی بھی تشریف لے آئے۔ سب سے پہلے قائدین ایک قافلہ کی صورت میں پیر گوٹھ روانہ ہوئے جہاں مسجد میں قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمودؒ کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ تھا۔ اس جلسہ میں جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ سرحد کے سابق صدر اور حضرت مفتی صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن بھی مدعو تھے۔ قائدین جب مسجد میں داخل ہوئے تو فضا نعروں سے گونج اٹھی۔ اسٹیج پر جمعیۃ طلباء اسلام کے راہنما ظہیر احمد میمن نے قائدین کو خوش آمدید کہا۔ بعد ازاں جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ سندھ کے کنوینر جناب محمد اسلم وسیر نے تعزیت نامہ پیش کیا اور قائد کے مشن کو ہر قیمت پر جاری رکھنے کا عہد کیا۔ نظام العلماء کے صوبائی امیر مولانا محمد مراد نے حضرت مفکرِ اسلام کو سندھی زبان میں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ قائد طلبہ جناب ندیم اقبال اعوان کا نام پکارا گیا۔ وہ نعروں کی گونج میں تشریف لائے اور اپنے خطاب میں انہوں نے کہا کہ اگرچہ آج ہمارا قائد ہم سے جدا ہو گیا آج ہم پر ذمہ داری کا بوجھ بڑھ گیا ہے۔ پہلے ایک مفتی محمودؒ کام کرتا تھا اب ہم سب کو مل کر اس مشن کی خاطر جد و جہد کرنا ہوگی۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہم باطل قوتوں کو خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ہمارا قائد رخصت ہو گیا ہے لیکن اس کا مشن ختم نہیں ہوا۔ اور یہ مشن ختم نہیں ہو سکتا جب تک جمعیۃ طلبہ اسلام کے ساتھی اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کے لئے تیار ہیں۔ جناب قائد کے بعد صاحبزادہ فضل الرحمٰن تشریف لائے۔ انہوں نے کہا یہ صدمہ صرف میرا نہیں صرف آپ کا نہیں صرف پاکستان کا نہیں بلکہ ملتِ اسلامیہ کا عظیم نقصان ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جو خلاء حضرت والد محترم کی رحلت سے پیدا ہو گیا ہے وہ بظاہر پورا ہوتا نظر نہیں آتا، لیکن حق والوں کے لئے اللہ کی مدد ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہے جو اس خلا اور کمی کو پورا کر دیتی ہے۔

اب قافلہ پیر گوٹھ سے روانہ ہو کر پیر پالوڑ پہنچا۔ جمعیۃ طلبہ اسلام کے سابق نائب صدر جناب نور احمد سندھی یہیں رہائش رکھتے تھے۔ انہوں نے قائدین کی پُرتکلف ضیافت کی اور ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا جہاں قائدین نے مختصر خطاب فرمایا۔ یہاں سے یہ کارواں ٹھیڑی کی جانب چلا۔ نمازِ ظہر کے بعد ٹھیڑی پہنچا۔ یہاں مدرسہ دارالہدیٰ کے باہر سینکڑوں کارکن استقبال کے لئے موجود تھے۔ کارکنوں نے دیکھتے ہی جذباتی انداز میں نعرے لگانے شروع کر دیے۔ قائدین نے کارکنوں کو تلقین کی کہ وقت بہت کم ہے اور اس کے علاوہ بھی ایک پروگرام میں ہمیں شریک ہونا ہے۔ وہاں بھی قائدین نے مختصر خطاب کیا۔

۱۰ دسمبر کو آخری پروگرام ضلع لاڑکانہ کے قصبہ پیر شریف میں تھا۔ قافلے نے منزل کی جانب کوچ کیا اور نمازِ مغرب کے فوراً بعد پیر شریف پہنچے۔ پیر شریف پہنچنے پر ان کا زبردست استقبال

کیا گیا۔ ٹ ہی مڑک سے قیام گاہ تک کے راستے کو بہترین طریقے سے سجایا گیا تھا۔ ساتھی بڑی بے تابی سے قائدین کا انتظار کر رہے تھے۔ جب پیر شریف پہنچے تو فضا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ نعروں کی گونج میں قائدین کو استقبالیہ تقریب میں لایا گیا۔ استقبالیہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صوبہ سندھ کے کنوینر اسلم ریبر نے جمعیۃ طلبہ اسلام کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مولانا فضل الرحمٰن نے ملکی حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مولانا فضل الرحمٰن نے باہمی اختلافات کو ختم کر کے یکجہتی پیدا کرنے پر زور دیا۔ قائد طلبہ جناب ندیم اقبال اعوان نے اپنے خطاب میں کہا کہ جمعیۃ طلبہ اسلام علماء حق کے شانہ بشانہ ہر باطل قوت سے ٹکرانے گی اور وقت آنے پر جمعیۃ کے جیالے کارکن علماء حق کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کو خیرباد کہتے ہوئے اسلام کے نفاذ کے لئے باہر نکل آئیں گے۔ اس استقبالیہ میں سابق وزیر میر صبح صادق کھوسو اور حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بھی موجود تھے۔ قائدین نے رات پیر شریف میں قیام کیا۔ اب صبح کو یہ کارواں امروٹ شریف کی طرف روانہ ہوا۔ اب اس قافلے میں جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ سندھ کے سرپرست حضرت مولانا عبدالکریم صاحب دامت برکاتہم بھی شریک ہو گئے۔ امروٹ شریف سے تھوڑے فاصلے پر سڑک کے درمیان میں ایک مسجد میں یہ قافلہ ٹھہرا۔ مولانا عبدالکریم قریشی نے تمام احباب کو اس مسجد کی تاریخی حیثیت سے آگاہ کیا۔ حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ اس کے وارث رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہی مسجد جس کو انگریز سامراج نے شہید کرنا چاہا تھا لیکن امروٹ کا ایک بوریہ نشین اٹھا جو ان کے خلاف ڈٹ گیا اور یہ مسجد ایک بوریہ نشین کے ہاتھوں شکست کی یادگار ہے۔

(باقی آئندہ، مرتب میاں ریاض شاہد)

دفتر بلاتاخیر کھولا جائے

جمعیۃ طلبہ اسلام حافظ آباد کے صدر جناب جاوید اکبر عثمانی اور دیگر راہنماؤں سیف اللہ خالد، امجد حسین عابد، شہزاد، شیخ عزیز، طارق، محمد یونس نے اپنے ایک بیان میں حکومت اور مقامی و ضلعی انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ جمعیۃ طلبہ اسلام حافظ آباد کے دفتر کو فی الفور واگذار کیا جائے۔ انہوں نے اس سلسلے میں حیرت و افسوس کا اظہار کیا ہے کہ انتظامیہ اتنی بے خبر ہے کہ سیاسی جماعتوں کے دفتر سربمہر کرتے ہوئے جمعیۃ طلبہ اسلام جو کہ طلبہ تنظیم کا ہے وہ بھی سیل کر دیا، جس کے لئے بارہا حکام کو یاددہانی کرائی گئی کہ جمعیۃ طلبہ اسلام ایک طلبہ تنظیم ہے اس کے صوبائی اور مرکزی دفاتر کھلے ہوئے ہیں، لیکن ابھی تک شنوائی نہیں ہوئی مقامی انتظامیہ کو بھی اس میں کوئی عذر نہیں پھر بھی دفتر بند ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ فی الفور دفتر کو کھولا جائے۔

لگتی ہے چوٹ دل پر
آتا ہے یاد جس دم

حضرت مفکر اسلام کی ذات رہ رہ کر یاد آتی ہے۔ ہر کارکن کے دل میں ان کے بچھڑ جانے کا غم ہے۔ کارکنوں کے جذبات بے پناہ ہیں۔ ہر مقام اور ہر جگہ حضرت مفکر اسلام کی رحلت پر تعزیت کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ ساتھیوں کی عقیدت اور جذبات کے احترام میں اختصار سے شائع کی جا رہی ہیں۔

- جمعیۃ طلبہ اسلام مدرسہ اشاعۃ العلوم سکرنڈ کے اجلاس میں مولانا مفتی محمودؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اجلاس سے مولانا احمد خان، جناب علی نواز، اللہ بخش شفیع محمد، عبدالستار، رضا محمد اور خالد محمود نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملت اسلامیہ ایک عظیم قائد سے محروم ہو گئی
- کنڈ کوٹ، جمعیۃ طلبہ اسلام کا ایک اجلاس حضرت مفکر اسلام کی یاد میں منعقد ہوا جس میں محمد علی فاروقی، صدر جمعیۃ طلبہ اسلام کنڈ کوٹ، محمد عثمان اوگاہی، محمد اسمٰعیل موحد، حبیب اللہ یمن، مولانا عبدالمالک بروہی، مولانا دین محمد اوگاہی نے حضرتؒ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور دعائے مغفرت کی۔
- جمعیۃ طلبہ اسلام چترال کا ایک تعزیتی اجلاس مولانا شفیع الدین کی صدارت میں ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعے مفتی صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور ان کے مشن کو تکمیل تک پہنچانے کا عہد کیا گیا اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔
- **فیصل آباد** جمعیۃ طلبہ اسلام کا ایک اجلاس مولانا مفتی محمودؒ کی تعزیت کے لئے منعقد ہوا۔ صدارت شیخ عبدالسلام نے کی جس میں مفتی محمودؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور پسماندگان کے لئے دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ اجلاس میں فاروق احمد شیخ، شاہد ریاض، حافظ عبدالغنی خالد خلیل الرحمٰن انوری اور دیگر کارکنوں نے شرکت کی۔
- **شکارپور:** جمعیۃ طلبہ اسلام شکارپور کے صدر وزیرالدین ناظم مولوی محمد حیات اور گورنمنٹ کالج یونٹ کے آرگنائزر مسٹر سعید احمد شیخ نے مولانا مفتی محمود کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ ان کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا۔
- **ھنگو** جمعیۃ طلبہ اسلام کے زیر اہتمام شاہی مسجد ہنگو میں مولانا مفتی محمودؒ کو ایک جلسہ عام میں زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اس جلسہ سے حافظ سراج الدین مولانا محمد رفیق، مولانا فخر الاسلام، مولانا محمد اسحاق نے خطاب کیا اور ایک قرارداد میں مطالبہ کیا کہ مولانا مفتی محمودؒ کی ملی خدمات کے پیش نظر گومل یونیورسٹی کا نام تبدیل کر کے مفتی محمود یونیورسٹی رکھا جائے

بقیہ: حیا اور محبت

ہرگز نہ کرے۔ رازداری کی بات بھی امانت ہوتی ہے۔ اس کے افشاء و اظہار کرنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ اگر بات کرنے والا تمہیں اس کے افشاء و اظہار سے روک دے تب تو وہ امانت ہے اور نہ روکے تو امانت نہیں، بلکہ اگر وہ زبان سے منع نہ بھی کر سکے، مگر آپ نے یہ اندازہ لگا لیا کہ اس کے اظہار سے اسے دکھ ہوگا تو یہ بھی امانت ہے۔ اس کا اظہار بھی گناہ ہے۔ مثلاً آپ سے کسی نے کوئی بات کہی اور پھر ادھر ادھر دیکھا (جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی اور تو نہیں سن رہا) تو اگرچہ آپ سے وہ یہ نہ کہے کہ میری بات کا اظہار نہ کرنا، مگر پھر بھی آپ کو اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر ایسی کوئی بات ہو کہ جس کے چھپانے میں فساد کا خطرہ ہو یا کسی کی آبرو، جان مال کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو چھپانا ضروری نہیں بلکہ اظہار ضروری ہے۔ اس صورت میں لازم ہے کہ جس کو ناحق نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اسے خبر کر دیں تاکہ وہ اپنی حفاظت کر سکے۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ پڑوسیوں سے حسن سلوک کی بہت تاکید آئی ہے جو بارہا بیان کر چکا ہوں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں اچھے کام کر رہا ہوں یا برے؟ تو آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ پڑوس سے اندازہ لگا لیا کریں یعنی اگر وہ اچھا کہیں تو اچھے ہو ورنہ برے ہو۔

مذکورہ بالا حدیث شریف میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا ایک معیار بتلایا ہے جس سے ہر آدمی کو جانچا جا سکتا ہے۔ اگر ایک آدمی برابر جھوٹ بولے، امانت میں خیانت کرے، پڑوسیوں کو تنگ کرے، مگر اس کے باوجود وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا دعویدار ہے تو ایسا شخص یقیناً کاذب ہے۔ محب ہرگز نہیں۔ حقیقی اور سچا محب وہی ہوتا ہے جو محبوب کی ہر بات کو تسلیم کرے، اس کا ہر حکم خوشی سے بجا لائے۔ وہ محب نہیں جو بات تو کوئی بھی نہ مانے۔ مگر زبان سے محبت کے بڑے بڑے دعوے کرے فقط زبانی دعوے کا کوئی اعتبار نہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ اور اس کے رسول کے محب اور محبوب وہی ہوتے ہیں جو ان کے حکموں پر چلتے ہیں، نافرمانی نہیں کرتے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلائے۔

آمین۔

بقیہ: محمود الملة والدین

کی بہت بڑی نعمت ہے، لیکن جو حضرات اس نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ قوت برداشت اور صبر و تحمل کے باوجود یہ ان کے لئے امتحان و آزمائش اور عظیم ترین مجاہدہ بن جاتی ہے۔ ابنائے زمانہ ان کی اس بلندی کا ساتھ دینے سے قاصر رہتے ہیں اور ان حضرات کے لئے ابنائے زمانہ کی پست سطح پر اترنا ممکن نہیں رہتا۔ یہی کش مکش ان کے لئے صبر آزما مجاہدہ ثابت ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی روح ایک عرصہ سے اس کشاکشی کو برداشت کر رہی تھی۔ وہ اس ملک میں اسلام کو غالب دیکھنا چاہتے تھے اور اس کے لئے انہوں نے اپنی صحت و قوت کی ساری پونجی داؤں پر لگا دی تھی۔ لیکن دور جدید کی پستی، منافقت اور "یقولون ما لا یفعلون" کی پالیسی ان کی عزیمت کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایک عرصہ سے اہل زمانہ کی یہ "جفائے وفا نما" ان کے جسم کو گھائل اور ان کی روح کو بے چین کئے ہوئے تھی۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر یہ روش جاری رہتی ہے تو یہ ملک اسلام کی برکات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے گا۔ یہی سوز باطن ان کے لئے بالآخر جان لیوا ثابت ہوا۔

آپ کی خدمت میں پیش پیش

عمدہ کام خوبصورت ڈیزائن

مہران گولڈن ہاؤس

ہر قسم کے خوبصورت دیدہ زیب اور اعلیٰ قسم کے ڈیزائن کے خالص سونے کے زیورات بازار سے بارعایت آرڈر پر بنوانے کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں

پروپرائٹر: محمد بخش اینڈ منظور احمد

ریلوے روڈ۔ پڈ عیدن

ضلع نواب شاہ (سندھ)

بقیہ: اداریہ

کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہمارے ہمسایہ اور برادر ملک افغانستان میں روس نے کھلی جارحیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنی مسلح افواج داخل کر دیں اور بھارت کی طرف سے اس گھناؤنے عمل کی مذمت کرنا تو درکنار معمولی احتجاج تک بھی نہیں کیا بلکہ بھارتی عوام اور عالمی رائے عامہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے روس کے صدر برزنیف کو اپنے یہاں بلا کر جارحیت کی ہمنوائی کی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یورپ اپنی جنگ ایشیا میں لڑنا چاہتا ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ بھارت کی نامور وزیر اعظم اس ضمن میں کیا کردار ادا کر رہی ہیں۔ ایشیا کے امن کی راہ میں کانٹے بھی وہ خود بو رہی ہیں اور شور بھی خود مچا رہی ہیں۔